Urdu Translation
Copy Available on
www.iqbalkalmati.blogspot.com

اتوار 16 ستمبر 2012ء
روزنامہ امت کراچی/حیدر آباد

ترجمہ: عبدالقادر

اسامہ کمپاؤنڈ میں امریکی کمانڈوز کو مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا

ہیلی کاپٹر گرنے اور دھماکوں کی آوازسن کر عمارت کے مکین دفاع کیلئے تیار ہو گئے تھے- گیسٹ ہاؤس سے احمد الکویتی نے گولیوں کی بوچھاڑ کر دی- جوابی حملے میں مارا گیا- پہلی منزل پر ابرار اور بشریٰ گولیوں کا نشانہ بنے- کمرے سے بچوں کے رونے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں- امریکی کمانڈو مارک اوون کی کتاب سے اقتباس

زیر نظر کتاب ''نوایزی ڈے'' مارک اوون نامی اس امریکی کمانڈو کی تصنیف ہے، جس نے اسامہ بن لادن کو قتل کرنے کیلئے اپنی زندگی کے سب سے اہم آپریشن ''نیپچون اسپیئر'' میں حصہ لیا تھا۔ مارک اوون عراق میں برسرِ پیکار رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے بحر ہند میں بحری قذاقوں کے چنگل سے کیپٹن رچرڈ فلپس کو بازیاب کرایا تھا۔ بعدازاں اسے اس کی کارکردگی کی بنا پر اس چوبیس رکنی ٹیم کا حصہ بنایا گیا، جسے القاعدہ سربراہ کو قتل کرنے کیلئے منتخب کیا گیا تھا۔ قارئین ''امت'' کے لیے کتاب کے منتخب اقتباسات کا قسط وار ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔ ☆☆

''مشرقی افغانستان کے ایک آپریشنل بیس سے ہم سارے اہلکارات کے وقت انتہائی اہم مشن کی تکمیل کیلئے نچلی پرواز کرتے ہوئے پاکستانی سرحدوں میں داخل ہوئے۔ ہمیں خفیہ انداز سے پاکستان کی انتہائی اہم دفاعی فضائی حدود سے گزر کر اپنے ہدف تک پہنچنا تھا۔ اچانک ہی ہیلی کاپٹر گرنے لگا اور مجھے زمین تیزی سے قریب آتی ہوئی دکھائی دینے لگی۔ کچھ دیر قبل ہم سب نازاں تھے کہ ہمیں اس آپریشن کے لیے چنا گیا، لیکن اب ہم سب لڑے بغیر موت کے منہ میں جا رہے تھے۔ میں تناؤ کا شکار تھا اور جیسے ہی میں نے اپنی ٹانگیں سمیٹنے کی کوشش کی تو میرے جوڑ درد کرنے لگے۔ مجھے اندازہ تھا کہ ہیلی کاپٹر جہازوں کی مانند نہیں ہوتے کہ زمین کے قریب آکر اچانک اڑان بھر لیں۔ ایک مرتبہ آسمان سے گرنے والا ہیلی کاپٹر پتھر کی مانند زمین پر آگرتا ہے اور پھر اس کے پر چاروں طرف مٹی اور پتھروں کی بارش شروع کر دیتے ہیں۔ میں کھلے ہوئے دروازے پر بیٹھا تھا۔ اس لیے مجھے خوف لاحق ہوا کہ ہیلی کاپٹر زمین پر لوٹتے ہوئے مجھے بھی روند ڈالے گا۔ مجھے یوں لگا کہ کیبن کے اندر سے والٹ مجھے پیچھے کی جانب کھینچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں جتنی بھی کوشش کرتا، میری ٹانگیں تھیں کہ اندر آنے کا نام نہ لیتیں۔ میرے ساتھ ہی بیٹھا اسنائپر بھی اس طرح سے پھنس گیا کہ آدھا اندر اور آدھا باہر تھا۔ گرتے ہوئے ہیلی کاپٹر میں میری کیا کیفیات تھیں، میں بیان نہیں کر سکتا۔ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ جیسے ہی ہیلی کاپٹر زمین سے ٹکرائے گا، میں چھلانگ لگا کر خود کو محفوظ بنا لوں گا۔ جونہی ہیلی کاپٹر کی دم 90 درجے کے زاویے پر گھومی تو کمپاؤنڈ کی جنوبی دیوار سے ٹکراتے ٹکراتے رہ گئی۔ ایک مرتبہ پھر زمین کو تیزی سے قریب آتے دیکھ کر مجھ پر خوف طاری ہو گیا۔ میں ہمیشہ یہی سوچا کرتا تھا کہ کسی دن لڑتے لڑتے جان چلی جائے گی۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ہیلی کاپٹر کے کسی حادثے میں مروں گا۔ اسی اثنا میں ہیلی کاپٹر کی چونچ کسی تیر کی مانند زمین پر جا لگی اور مجھ پر مٹی کی بارش ہونے لگی۔ مجھے ایک لمحے کو یوں لگا کہ جیسے ہر چیز پر سکوت طاری ہو گیا ہو، لیکن یہ سب کچھ اتنا آناً فاناً ہوا کہ سمجھ ہی نہ آیا۔ آنکھوں کو ملتے ہوئے اور دھول مٹی کو ہاتھوں سے روکتے ہوئے ہمیں اندازہ ہوا کہ ہم اب بھی زمین سے چھ فٹ کے فاصلے پر تھے۔ ابھی میں اسی حالت میں تھا کہ والٹ نے مجھے دھکا دے کر چلاتے ہوئے کہا۔ ''کیا مصیبت ہے نکلو بھی۔'' میں نے کیبن سے چھلانگ لگائی اور پنجوں کے بل کمپاؤنڈ کے صحن میں جا بیٹھا۔ اپنے لباس پر 60 پونڈ کا وزن اٹھائے ہونے کے باوجود مجھے کسی قسم کا کوئی جھٹکا محسوس نہیں ہوا۔ میں تیزی سے اس جگہ سے آگے بڑھا اور پہلی مرتبہ گرے ہوئے ہیلی کاپٹر پر میری نظر پڑی۔ گرتے وقت ہیلی کاپٹر کی دم دیوار پر کچھ اس طرح اٹکی کہ روٹرز مین پر ٹکرانے سے بچ گیا، وگرنہ ہم میں سے کسی کی خیر نہ تھی۔ ٹیڈی اور اس کے ساتھی پائلٹ نے جیسے تیسے ہمیں زمین تک پہنچا ہی دیا تھا۔ میرے سامنے دیوار سے لگے ہیلی کاپٹر کے کیبن سے ہمارے ٹیم ممبر باہر نکل رہے تھے۔ چند لمحات قبل ہی مجھے لگا کہ ہمارا وقت پورا ہو چکا، لیکن اب ہم لوگ کمپاؤنڈ کے اندر موجود تھے۔ اس تباہی سے بال بال بچنے کے بعد اب مشن واپس اپنے ٹریک پر آ چکا تھا۔ میرے تمام ساتھی اس مرکزی دروازے کے پاس پہنچ چکے تھے، جہاں سے کمپاؤنڈ کے اندر جانا تھا اور مجھے بھی جلد ہی ان کا تعاقب کرنا تھا۔ ہم نے ہیلی کاپٹروں کا ایندھن ختم ہونے اور پاکستان کی جانب سے ممکنہ ردعمل کے پیش نظر اس مشن کے لیے 30 منٹ کا دورانیہ مقرر کیا تھا اور 10 منٹ کا اضافی ایمرجنسی وقت بھی رکھا گیا تھا۔ ہیلی کاپٹر کی جانب واپس دوڑتے ہوئے مجھے یوں لگا کہ وہ اضافی وقت یہیں صرف ہو گیا ہے۔ میں نے چارلی کو کہتے ہوئے سنا۔ ''میں دھماکہ کرنے والا ہوں۔'' جب میں نے اسے دیکھا تو وہ مین گیٹ پر بم نصب کر رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر سے واپس آتے وقت میں نے دیکھا کہ چارلی تالا لگے دروازے پر چارج لگانے ہی والا تھا اور باقی افراد اس کے اردگرد چوکنے کھڑے تھے۔ میں عبادت کے لیے مختص کمرے کی جانب بڑھا، تاکہ دیکھوں کہ وہاں کوئی ہے تو نہیں۔ اس کمرے میں تکیے لگے ہوئے تھے۔ خفیہ معلومات کے مطابق یہ کمرہ مہمانوں سے ملنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ جب مجھے کوئی خطرہ محسوس نہ ہوا تو میں نے آئی آر کیم لائٹ کے ذریعے دیگر افراد کو سگنل دیا کہ سب ٹھیک ہے۔ جب میں باہر آیا تو میں نے دیکھا کہ چارلی نے چارج لگا کر تیزی سے پیچھے کی جانب قلابازی کھانا شروع کر دی۔ وہ ایسا ہزاروں بار کر چکا ہے۔ ہم سب نے اپنی آنکھیں بچانے کے لیے اپنے سر جھکا دیئے۔ دھماکا ہوتے ہی دروازے میں ایک سوراخ ہو گیا۔ سب سے پہلے چارلی اندر داخل ہوا اور پھر ہم لوگ تھوڑا بہت آگے پیچھے ہونے کے بعد۔ اب منصوبہ واپس اپنی ڈگر پر آتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ گیٹ سے گزرنے کے بعد میں نے دوسری کمک لانے والے ہیلی کاپٹر کی ایک جھلک دیکھی۔ جس انداز سے ہیلی کاپٹر اڑ رہا تھا، مجھے اندازہ ہو گیا کہ ٹیم کو پہلے ہی چار دیواری سے باہر اتارا جا چکا ہو گا۔ لیکن گھر کے اوپر چکر لگانے کی بجائے ہیلی کاپٹر فوراً ہی دیوار کے عقب میں غائب ہو گیا۔ میرا خیال تھا کہ ہمارے ہیلی کاپٹر کو گرا ہوا دیکھ کر پائلٹ نے اسی میں عافیت جانی ہو گی کہ سپاہیوں کو چار دیواری سے باہر اتار کر فوراً زمین پر آ جائے۔ اور جب میں نے ایڈمرل میکریون کو کہتے سنا۔ ''کوئی خطرہ مول نہ لو بندوں کو فوراً زمین پر اتار دو۔ اس سے فرق نہیں پڑتا کہاں، بس کہیں بھی زمین پر اتار دو۔ باقی کام وہ خود ہی کر لیں گے''۔ تو میرا گمان یقین میں بدل گیا۔ منصوبے کے مطابق نئی کمک (Chalk Two) اگر رسیوں کے ذریعے کمپاؤنڈ کی چھت پر نہ اتر سکی تو وہ شمالی دروازے کی جانب بڑھیں گے۔ C1 کی جانب بڑھتے ہوئے وِل میرے ساتھ تھا اور ہم دونوں گیسٹ ہاؤس کے سامنے والے دروازے پر کھڑے تھے۔ ہمیں اس بات کا علم تھا کہ گیسٹ ہاؤس میں اسامہ بن لادن کا انتہائی وفادار ساتھی احمد الکویتی اپنے خاندان کے ساتھ رہائش پذیر تھا۔ ہم امید کر رہے تھے کہ اس کی بیوی اور کئی بچے وہاں موجود ہوں گے۔ بچوں کی موجودگی کے پیش نظر مجھے امید تھی کہ اندر سے کوئی بچکانہ حرکت نہ کی جائے گی۔ نقشے کے مطابق لوہے کا دہرا دروازہ ایک کھڑکی کے ساتھ تھا اور دروازے کی دائیں جانب موجود کھڑکی کو لوہے کی سلاخوں کے ذریعے محفوظ بنایا گیا تھا۔ کمرے کے اندر کوئی روشنی دکھائی نہ دے رہی تھی اور چاروں اطراف پردے پڑے ہوئے تھے۔ اسی لیے جھانک کر اندر دیکھنا بھی ممکن نہ تھا۔ وِل دروازے کی بائیں جانب پوزیشن لے کر کھڑا ہو گیا اور میں نے دروازے کا ہینڈل گھمانے کی کوشش کی، لیکن دروازے پر تالا پڑا ہوا تھا۔ پیچھے ہٹ کر وِل نے ہتھوڑا نکالا اور اپنے ہاتھ کو جہاں تک کھینچ سکتا تھا کھینچ لیا۔ ہم نے دائیں جانب سے اسے کور کیا ہوا تھا۔ وِل پیچھے ہٹا اور زور سے تالے پر چوٹ لگائی۔ اس چوٹ سے صرف دھاتی ہینڈل پر ایک نشان ہی پڑ سکا تھا۔ وِل نے دو ضربیں اور لگائیں لیکن بے سود۔ دروازے خالص لوہے سے بنائے گئے تھے اور محض ایک ہتھوڑے سے کچھ نہیں ہونے والا تھا۔ اس پر اس نے ہتھوڑے کے باریک سرے کو لوہے کی سلاخوں میں ڈال کر کھڑکیوں کے شیشے توڑنا چاہے، تاکہ پردے ہٹا کر دیکھا جا سکے کہ اندر کیا ہو رہا تھا۔ لیکن سلاخوں کے درمیان فاصلہ کم ہونے کی وجہ سے ہر مرتبہ ہتھوڑا پھنس جاتا تھا۔ میں نے وِل کے کان میں کہا۔ ''اسے اڑا دیتا ہوں''۔ میں نے اپنی کٹ سے چارج نکالا۔ ہمیں اندازہ تھا کہ ہر گزرتا لمحہ بہت قیمتی تھا اور ہیلی کاپٹر گرنے کی وجہ سے پہلے ہی وقت کا بہت ضیاع ہو چکا تھا۔ وِل نے ہتھوڑا ایک جانب رکھا اور اپنی رائفل دروازے پر تان لی۔ کمپاؤنڈ کی دوسری جانب سے روشنی دکھائی دی۔ ''چاک ٹو'' نے شمالی دروازہ اڑا دیا تھا۔ انہوں نے وائرلیس پر کہا۔ ''کوشش ناکام ہو گئی''۔ کیونکہ دروازہ ہٹتے ہی انہوں نے دیکھا کہ اس کے پیچھے اینٹوں کی دیوار تھی۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اب ''ہم ڈیلٹا کی جانب بڑھیں گے''۔ اب تک ٹیم کو تیسری منزل پر حملہ آور ہو جانا چاہئے تھا، لیکن وہ کمپاؤنڈ میں داخل بھی نہ ہو سکی تھی۔ مائیک نے کہا۔ ''راجر! میں تمہیں وہاں ملوں گا اور اسے اندر سے کھول دوں گا''۔ ڈیلٹا دروازہ مزید شمال کی جانب گرے ہوئے ہیلی کاپٹر اور باقی ماندہ عمارت کے درمیان تھا۔ ہمیں معلوم تھا کہ اتنی دیر سے کی جانے والی کارروائی کے پیش نظر اب اندر موجود لوگوں کو اندازہ ہو چکا ہو گا اور وہ لوگ اپنے دفاع کے لیے تیار ہو چکے ہوں گے۔ گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے میں نے دروازے کے ہینڈل پر چارج لگا دیا۔ میری ٹیم کا تیسرا افرد کمپاؤنڈ کے اندر داخل ہوا۔ یہ ہیلی کاپٹر سے باہر آنے والا آخری شخص تھا اور ابھی ہم تک پہنچا ہی تھا۔ اس کی ذمہ داریوں میں گیسٹ ہاؤس کی چھت کی جانب جانے والی سیڑھیوں کو محفوظ بنانا تھا۔ وہ جیسے ہی سیڑھیوں سے اوپر کی جانب بڑھنے لگا، کھڑکی کے شیشوں سے AK-47 کی گولیاں آنے لگیں اور وہ بال بال بچ گیا۔ چند گولیاں میرے سر پر سے گزریں اور میں لوٹتا ہوا دور چلا گیا۔ کھڑکی کے شیشے کے ٹکڑے میرے کاندھوں پر آ کر لگے۔ کوئی شخص اندر بڑی رائفل لیے دور سے نشانہ باندھ رہا تھا۔ کیونکہ اس کی گولیاں گیرج تک جا کر لگی تھیں، لیکن وہ شخص چاروں جانب سے محاصرے میں تھا۔ دروازے کو بائیں جانب سے کور کرتے ہوئے وِل نے فوراً ہی جوابی فائرنگ شروع کر دی۔ دروازے کی راہداری سے بنی ہوئی اس خطرناک سرنگ سے میں آگے بڑھا اور کھڑکی کے نیچے جا بیٹھا۔ وِل نے پکارا۔ ''احمد الکویتی، احمد الکویتی باہر آ جاؤ''۔ کھڑکی کے شیشے کو اپنی رائفل سے توڑتے ہوئے میں نے اندازے سے اس جگہ فائر کیا جہاں میرے خیال میں اسے کھڑے ہونا چاہئے تھا۔ وِل ابھی بھی چلا رہا تھا، لیکن دوسری جانب سے کوئی جواب موصول نہیں ہو پا رہا تھا۔ وقت ضائع کئے بغیر میں اس چارج تک پہنچا جو کہ اب تک دروازے پر لگا ہوا تھا، کیونکہ دروازے کو اڑائے بغیر اندر داخل ہونا ممکن نہ تھا۔ آگے بڑھتے ہوئے میں نے انتہائی احتیاط سے کام لیا۔ دروازہ اڑانے کے بعد میں کسی بھی خطرے سے نمٹنے کے لیے پہلے اندر دستی بم پھینکنا چاہتا تھا۔ احمد الکویتی اپنے رویے سے ثابت کر چکا تھا کہ وہ لڑے بغیر ہاتھ نہیں آئے گا اور میں کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔ ابھی میں چارج کے ساتھ ڈیٹونیٹر لگانے ہی والا تھا کہ ہمیں اندر سے کنڈی ہلتی محسوس ہوئی۔ میں اور وِل پیچھے ہٹ گئے۔ ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ کوئی باہر آنا چاہ رہا تھا یا کچھ اور ہونے والا تھا۔ کیا وہ دروازہ کھول کر کوئی دستی بم پھینکنا چاہ رہا تھا یا پھر اپنی AK-47 باہر نکال کر گولیوں کی بوچھاڑ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا؟ دروازہ آہستگی کے ساتھ کھلا اور مجھے ایک خاتون کے پکارنے کی آواز آئی۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں تھا کہ خطرہ ٹل چکا تھا۔ اگر وہ خودکش جیکٹ کے ساتھ باہر آ جاتی تو ہم سب مارے جاتے۔ یہ بن لادن کا کمپاؤنڈ تھا۔ ہمیں اندازہ تھا کہ وہ لوگ اس کی حفاظت کے لیے اپنی جانیں بھی دے سکتے تھے۔ اپنے نائٹ گوگلز سے پسینے میں شرابور آنکھوں کے ساتھ میں خاتون کی ایک شبیہہ دیکھ پا رہا تھا۔ اسی نے بازوؤں میں کچھ تھام رکھا تھا۔ یہ دیکھ کر میں نے رائفل کا گھوڑا دبانا چاہا۔ اگر اس کے ہاتھ میں کوئی بم ہوتا تو صرف ایک سیکنڈ میں ہم اس کا کام تمام کر دیتے۔ جیسے ہی دروازہ کھلا میں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں موجود بنڈل دراصل ایک بچہ تھا۔ الکویتی کی بیوی مریم اپنے بچے کو سینے سے لگائے باہر آئی اور اس کے پیچھے تین اور بچے نکلے۔ وِل نے عربی زبان میں اس سے کہا۔ ''ادھر آؤ''۔ ان لوگوں کو آگے بڑھتا دیکھ کر میں نے اپنی رائفل تیار رکھی ہوئی تھی۔ مریم نے کہا۔ ''وہ مر گیا ہے۔ تم نے اسے گولی ماردی۔ تم نے اسے مار دیا''۔ وِل نے اس کی عربی کا ترجمہ کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ یہ کہہ رہی ہے کہ ''وہ مر گیا''۔ میں دروازے کی دائیں جانب پنجوں کے بل بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے دروازہ پورا کھولا تو مجھے بیڈروم کے راستے میں دو پاؤں نظر آئے۔ مجھے اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ وہ مر گیا یا زندہ ہے اور میں کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہ رہا تھا۔ وِل نے میرے کاندھے پر یہ بتانے کے لیے تھپکی دی کہ ہم تیار ہیں اور پھر ہم اندر داخل ہوئے۔ میں نے اپنی رائفل کاندھے پر رکھ کر کئی گولیاں فائر کیں، تاکہ یہ یقین ہو جائے کہ وہ مر چکا ہے۔ میں نے کمرے میں AK-47 اور ایک پستول پڑی دیکھی۔ میں نے انہیں ٹھوکر مار کر دور پھینک دیا اور کمرے کی تلاشی لینے لگا۔ کمرے میں ایک بیڈ تھا اور ساتھ چھوٹا بیڈ بچوں کے لیے رکھا گیا تھا۔ یہ سارا خاندان ایک ہی کمرے میں سویا کرتا تھا۔ کمرے کی دوسری جانب باورچی خانہ تھا۔ ہماری جوابی فائرنگ سے کمرے میں پڑی ہر چیز تباہ ہو چکی تھی۔ ہم نے کمرے کو کلیئر کیا اور باہر آ گئے۔ میں نے وائرلیس پر اطلاع دی کہ ''C1 فائرنگ ہو چکی۔ عمارت کلیئر ہے''۔ اس کے بعد ہم ٹیم کے دیگر افراد سے ملنے کے لیے مین بلڈنگ کی جانب بڑھے۔ ہیلی کاپٹر گرے ہوئے اب تک دس منٹ بھی نہ گزرے تھے کہ ہم گیسٹ ہاؤس سے ہوتے ہوئے کمپاؤنڈ کے مین دروازے کے سامنے کھڑے تھے۔ ہم A1 کے شمالی دروازے کے سامنے موجود تھے۔ چارلی نے باقی اہلکاروں کو بذریعہ وائرلیس بتایا کہ ''A1 شمالی دروازے پر بارود لگا دیا گیا ہے''۔ وہ چارج لگا چکا تھا اور دروازے کو اڑانے کے لیے احکامات کا منتظر تھا۔ اب چارلی اور والٹ کو صرف ٹام کی جانب سے اقدام اٹھانے کی اجازت کا انتظار تھا۔ جین اور اس کے تجزیہ نگاروں کے اندازے صحیح نکلے۔ بن لادن کا خاندان دوسری اور تیسری منزل پر رہائش پذیر تھا۔ دوسری اور تیسری منزل کو جانے کے لیے راستے جدا جدا تھے۔ القاعدہ سربراہ ہمیشہ شمالی دروازے سے باہر آتا تھا جبکہ الکویتی برادران جنوبی دروازہ استعمال کیا کرتے تھے۔ ہمیں اس بات کا اندازہ نہ تھا کہ شمالی اور جنوبی دروازوں کے درمیان کوئی راستہ تھا یا نہیں۔ ہم بارود ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے ٹام اور اس کی ٹیم نے منصوبہ بنایا کہ وہ لوگ جنوبی حصے کو کلیئر کریں گے اور چارلی دھماکہ کرنے سے پہلے ٹام کے پیغام کا انتظار کرے گا۔ ٹام اپنی تین رکنی ٹیم کے ساتھ پہلی منزل میں داخل ہو گیا۔ عمارت کے اندر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ لیکن نائٹ گوگلز کی مدد سے وہ لوگ آسانی سے راستہ تلاش کر سکتے تھے۔ ٹام کی ٹیم ابھی چند قدم ہی آگے بڑھی تھی کہ انہیں کمرے میں بائیں جانب دیوار کے پاس ایک سر دکھائی دیا۔ یہ لوگ پہلے ہی غلطی سے AK-47 کا سامنا کر چکے تھے اور اب مزید خطرہ مول لینے کے موڈ میں نہیں تھے۔ A1 میں جو کوئی بھی موجود تھا، اس سے لڑنے کے لیے کافی وقت ان کے پاس موجود تھا۔ ایک اہلکار نے گولی چلائی اور وہ اس شخص کو جا لگی اور وہ کمرے میں چھپ گیا۔ بعد میں پتہ لگا کہ وہ شخص ابرار الکویتی تھا۔ ہال میں آہستہ آہستہ آگے کی جانب بڑھتے ہوئے ٹیم دروازے تک جا کر رک گئی۔ ابرار الکویتی زخمی حالت میں فرش پر آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ انہوں نے جیسے ہی دوبارہ فائر کھولا تو اس کی بیوی بشریٰ اس کے سامنے ڈھال بن گئی۔ دوسری مرتبہ کی جانے والی فائرنگ نے دونوں کو ہلاک کر ڈالا۔ ٹیم نے دیکھا کہ اندر کونے میں ایک عورت چند بچوں کے ساتھ موجود تھی اور وہ رو رہے تھے۔ کمرے کے اندر ایک AK-47 بھی پڑی تھی۔ ٹام نے فوراً ہی رائفل لی اور اس میں سے گولیاں نکال دیں۔ بعد میں تمام اہلکار کمرے کی مزید تلاشی لینے لگے۔ ہال کے آخری سرے پر ایک مقفل دروازہ تھا جو کہ شمالی دروازے کی جانب راہداری فراہم کرتا تھا۔ A1 کے جنوبی حصے کو محفوظ بنانے کے بعد ٹام اور اس کی ٹیم جلدی سے باہر آ گئے۔ عموماً تو ایسا ہوتا کہ بچوں اور عورت کے پاس ہم کسی نہ کسی کو دیکھ بھال کے لیے چھوڑ دیتے، لیکن اس وقت نہ تو ہمارے پاس اتنا وقت تھا اور نہ ہی نفری۔ باقی ماندہ بچوں اور عورتوں کو اس کمرے میں ہی چھوڑ دیا گیا۔ جیسے ہی یہ لوگ جنوبی دروازے سے باہر آئے، ایک سیل نے ابرار الکویتی کی AK-47 باہر صحن میں پھینک دی۔ (جاری ہے)

☆☆☆☆☆

پیر 17 ستمبر 2012ء

روزنامہ امت کراچی/حیدرآباد

دوسری قسط

ترجمہ: عبدالقادر

سر میں گولی لگنے کے باوجود اسامہ کے چہرے پر مسکراہٹ تھی

ساتھی اہلکار کے ساتھ مل کر بن لادن کے سینے پر مزید گولیاں برسائیں- کمرے میں موجود خواتین کو امریکی اہلکار نے کونے میں دھکیل دیا تھا- وہاں تین بچے بھی تھے- القاعدہ سربراہ کا بیٹا خالد حملے کیلئے تیار تھا- نام پکارے جانے پر جھانکنا اس کی موت کا سبب بنا- امریکی کمانڈو مارک اوون کی کتاب سے اقتباس

زیر نظر کتاب ''نو ایزی ڈے'' مارک اوون نامی اس امریکی کمانڈو کی تصنیف ہے، جس نے اسامہ بن لادن کو قتل کرنے کیلئے اپنی زندگی کے سب سے اہم آپریشن ''نیپچون اسپیئر'' میں حصہ لیا تھا۔ مارک اوون عراق میں برسرپیکار رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے بحر ہند میں بحری قذاقوں کے چنگل سے کیپٹن رچرڈ فلپس کو بازیاب کرایا تھا۔ بعدازاں اسے اس کی کارکردگی کی بنا پر اس چوبیس رکنی ٹیم کا حصہ بنایا گیا، جسے القاعدہ سربراہ کو قتل کرنے کیلئے منتخب کیا گیا تھا۔ قارئین ''امت'' کے لیے کتاب کے منتخب اقتباسات کا قسط وار ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔

جنوبی دروازے سے باہر آتے ہوئے انہوں نے ابرار الکویتی کی AK-47 باہر صحن میں پھینک دی۔ اس وقت کافی اندھیرا تھا اور اس بات کے امکانات بھی معدوم تھے کہ کوئی اس کی تلاش میں باہر آتا۔

وائرلیس پر ٹام کی آواز سننے کے چند سیکنڈ بعد ہی میں نے ایک دھماکے کی آواز سنی۔ چارلی نے دھماکہ کر دیا تھا۔ میں اور چارلی عمارت کی مغربی جانب سے گھومتے ہوئے ان اہلکاروں کے پیچھے آ کھڑے ہوئے جو اندر جانے کیلئے قطار بنائے کھڑے تھے۔ ہم شمالی دروازے کو توڑنے کے بعد اب اندر داخل ہو رہے تھے۔

'چاک ٹو' کے سیلز اب تک کمپاؤنڈ میں داخل ہو چکے تھے۔ ان کی پہلی کوشش ناکام ہونے کے بعد وہ لوگ مین دروازے کی جانب آگئے تھے۔ مارک نے دروازہ کھول کر انہیں اندر آنے کا راستہ دیا۔ چارلی پہلے ہی اندر موجود تھا۔ ٹارگٹ کی جانب بڑھتے ہوئے ہم سب ایک قطار نما پوزیشن میں کھڑے تھے۔ ہمیں کسی قسم کی حرکات دسکنات دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔ کھڑکیوں پر لگی کوٹنگ نے باہر سے اندر یا اندر سے باہر دیکھنا ناممکن بنا دیا تھا۔

ماحول میں پھیلی بھاگ دوڑ پر اب سکوت طاری ہو چکا تھا۔ ہیلی کاپٹر زمین پر گرنے کے بعد سے اب سارا مشن ٹھیک ٹھیک آگے بڑھ رہا تھا۔ ہم سب سیڑھیوں سے اوپر جا کر حملے میں تیزی لانے کے خواہاں تھے کہ اسی اثنا میں چارلی نے وائرلیس پر بتایا کہ دوسری منزل کے داخلے پر ایک اور آہنی دروازہ ہمارا راستہ روکے ہوئے ہے۔ اب چارلی تیسرا چارج لگا رہا تھا، تاکہ دھماکے سے اس دروازے کو اڑایا جاسکے۔

ہم انتظار کے سوا کچھ نہ کر سکتے تھے۔ ہمیں اندازہ تھا کہ چارلی اپنی ٹیم کے ساتھ بڑی تیزی کے ساتھ کام میں مصروف ہے۔ اسی اثنا میں، میں سوچنے لگا کہ یہ سب کچھ کتنا عجیب تھا۔ اچانک ہی چند چوزوں کی آوازوں نے میرے تخیلات میں خلل پیدا کر دیا۔ شمالی دروازے کی جانب جانے والے راستے پر ہمارا پالا چند ڈربوں سے پڑا، جن میں مرغی کے چوزے بند تھے۔ ہماری بلٹ پروف جیکٹوں کے ساتھ لٹکی ہوئی اشیا اس تنگ رستے سے گزرتے ہوئے ان ڈربوں سے ٹکرا رہی تھیں۔

مجھے ایک جگہ کھڑے ہونے سے گھبراہٹ محسوس ہو رہی تھی۔ میں اپنے سامنے چند افراد کو باتیں کرتا ہوا سن رہا تھا۔ والٹ نے کہا۔ ''اوہ خدایا، مجھے یقین نہیں آرہا۔ ہم کریش ہو گئے''۔

''کیا بکواس ہے، کریش ہو گئے؟''

والٹ نے کہا ''ہمارا ہیلی کاپٹر کریش ہو گیا ہے''۔

مشن کمانڈر جے، قریب ہی کھڑا تھا۔ وہ چاک ٹو پر تھا۔ والٹ نے جے سے کہا کہ وہ صحن میں کریش دیکھ سکتا ہے۔ میں نائٹ گوگلز سے بھی دیکھ سکتا تھا کہ کس انداز سے جے کے چہرے کے تاثرات تبدیل ہو رہے تھے، جب اسے بات سمجھ آئی۔ وہ مڑا اور دوڑ کر حملہ آوروں کی قطار میں کھڑا ہو گیا۔ میرا خیال تھا کہ چاک ٹو والوں کو پتہ نہیں تھا کہ ہم کریش کر چکے تھے۔ لیکن جب چاک ٹو کے پائلٹ نے ہمارے ہیلی کاپٹر کو گرے ہوئے دیکھا تو اس نے اپنے فوجیوں کو عمارت کی چھت پر رسیوں سے اتارنے کا خطرہ مول لینے کی بجائے کمپاؤنڈ کی دیوار سے باہر ہی اتار دیا۔

ہیلی کاپٹر کے پاس موجود ٹیڈی اور اس کے ساتھی انجن کو بند کرنے کے بعد اس بات کو یقینی بنا رہے تھے کہ تمام اہم آلات تباہ کر دیئے گئے ہیں۔

جے ہیلی کاپٹر کے کریش ہونے کی جگہ کی جانب دوڑ کر پہنچا اور اپنے سیٹلائٹ وائرلیس سے کیو آر ایف سے رابطہ کیا۔

کیو آر ایف نے یکدم پرواز بھری اور کمپاؤنڈ سے کچھ دور واقع CH-47 کے مقام سے ہماری جانب بڑھا۔ وقت بچانے کی غرض سے وہ پاکستان ملٹری اکیڈمی کے اوپر سے آیا، لیکن چند سیکنڈ بعد ہی جے نے دوبارہ رابطہ کیا۔ گو کہ ہم نے کریش لینڈنگ کی تھی، لیکن ہم میں سے کسی اہلکار کی ہلاکت نہ ہوئی تھی اور نہ ہی کوئی زخمی تھا۔ تمام حملہ آور A1 پر جمع تھے اور سیڑھیوں کو کلیئر کرنے کے منتظر تھے۔

اس نے کیو آر ایف سے کہا ''اپنی پوزیشن سنبھالو''۔

A1 پر چارلی اگلے دھماکے کی تیاری کر رہا تھا۔ کیونکہ یہ دھماکہ بند جگہ پر کیا جا رہا تھا، اس لیے اس کی دھمک کی وجہ سے ہم کھڑکیوں سے اڑتے ہوئے باہر بھی گر سکتے تھے۔ دو سیلز چارلی کے قریب موجود تھے۔

دھماکے کی شدت نے سب کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ انہوں نے تباہ شدہ دروازے کو دھکیل کر کھولا۔ میں بھی دروازے کے پاس آگیا۔ میں دوسرے آہنی دروازے سے گزرتا ہوا سیڑھیوں سے اوپر کی جانب دوڑا۔ بہت سے لوگ میرے آگے دوڑ رہے تھے۔ اندر بن لادن یا جو بھی چھپا ہوا تھا، اس کے پاس ہتھیار سنبھالنے کیلئے کافی وقت تھا۔ کیونکہ اوپر صرف ایک گھومنے والی سیڑھی کے ذریعے ہی جایا جاسکتا تھا۔ ہم سب وہاں پھنس سکتے تھے۔

اندر کافی اندھیرا تھا اور ہماری پوری کوشش تھی کہ کسی قسم کا شور نہ ہونے پائے۔ ہر قدم پھونک پھونک کر اٹھایا جا رہا تھا۔ نہ کوئی بھاگ دوڑ، نہ کوئی چیخ و پکار، نہ کوئی گفتگو۔

گو کہ ہم اپنے نائٹ گوگلز کی مدد سے دیکھ سکتے تھے، لیکن دوڑنے کی صورت میں ان کی کارکردگی پر فرق پڑ سکتا تھا اور دوڑ کر موت کو گلے لگانے کی کوئی وجہ بھی نہ تھی۔

دوسری منزل کا دروازہ ایک طویل راستے پر کھلتا تھا، جو ایک ہال کی جانب جا رہا تھا۔ تمام لوگ اپنی اپنی پوزیشن سنبھالے ہوئے تھے۔ پوزیشن سنبھالے ہوئے اہلکاروں نے محسوس کیا کہ کسی شخص نے اوپر سے نیچے جھانکنے کی کوشش کی تھی۔ خفیہ معلومات کے مطابق کمپاؤنڈ کی حفاظت پر چار افراد تک ہو سکتے تھے۔ بن لادن کا ایک بیٹا خالد دوسری منزل پر موجود ہو سکتا تھا جبکہ بن لادن بذات خود تیسری منزل پر مقیم تھا۔ جس شخص نے نیچے جھانکنے کی کوشش کی تھی، وہ بے ریش معلوم ہوتا تھا۔ یہ بن لادن کا بیٹا ہی ہو سکتا تھا۔

کمپاؤنڈ میں موجود ہر شخص نے ہیلی کاپٹر کے انجنوں کی آوازیں سنی تھیں۔ اس کے علاوہ مہمان خانے میں ہونے والی لڑائی میں گولیوں کی آوازیں اور دروازوں کو اڑانے کیلئے کئے گئے دھماکوں کی آوازیں بھی انہوں نے سنی ہوں گی۔

لیکن اب چاروں طرف خاموشی طاری تھی۔ صرف قدموں کی چاپ ہی سنائی دے پا رہی تھیں۔ اوپر کھڑے شخص نے سنا کہ کوئی اس کا نام پکار رہا ہے۔ میں نے سوچا کہ وہ شخص سوچ میں پڑ گیا ہو گا کہ یہ لوگ تو میرا نام بھی جانتے ہیں۔ اسی اشتیاق میں اس نے سر باہر نکالا کہ نام پکارنے والے کو دیکھ سکے۔ دوسری مرتبہ سر باہر نکالتے ہی ایک حملہ آور نے اس کے چہرے کی جانب فائر کیا۔ اس کا جسم سیڑھیوں سے لڑھکتا ہوا نیچے جا گرا۔ جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو کئی سیلز میرے پیچھے ایک قطار کی صورت میں اوپر آرہے تھے۔ دوسری منزل پر ہال کی جانب جانے والا راستہ پہلے ہی سیلز سے پُر تھا اور انہیں مزید کسی مدد کی ضرورت نہ تھی۔

اب صرف مزید اوپر جانا تھا۔

میں نے اپنے آگے کھڑے اہلکار کو چٹکی سے اشارہ کیا کہ ہم آگے بڑھنے کیلئے تیار ہیں۔ ''چلو''۔ خالد منہ کے بل اوندھا پڑا ہوا تھا اور ہمیں انتہائی احتیاط کے ساتھ سیڑھیوں سے آگے بڑھنا تھا۔ سیڑھیاں چکنی ٹائلوں سے بنائی گئی تھیں اور خون آلودہ ہونے کی وجہ سے یہ مزید چکنی ہو چکی تھیں۔ قریب ہی سیڑھیوں پر میں نے خالد کی AK-47 پڑی دیکھی۔

میں نے سوچا کہ ''یہ بڑی خوشی کی بات تھی کہ اس نے اس کا استعمال نہیں کیا تھا''۔ اگر وہ اہلکار اس کا نام نہ پکارتا تو ہم سب سیڑھیوں پر ہی مارے جاتے۔ اسے صرف اتنا ہی تو کرنا تھا کہ ہر مرتبہ سر باہر نکال کر چند گولیاں چلا دیتا۔ اگر ایسا ہوتا تو اس کے بڑے بھیانک نتائج نکل سکتے تھے۔ ابھی ہم مزید لڑائی کیلئے ذہنی طور پر تیار بیٹھے تھے۔ ہم نے بعد میں خالد کی AK-47 کا معائنہ کیا تو پتہ چلا کہ گولی چیمبر میں موجود تھی اور وہ حملے کیلئے تیار تھا، بس اسے موقع نہ مل سکا۔ ہم لوگ ایک مرتبہ پھر قدم پھونک پھونک کر رکھ رہے تھے۔ سب سے آگے چلنے والا اہلکار ہی ہم سب کی آنکھ اور کان تھا۔ ہمیں اندازہ تھا کہ گھر میں کم از کم چار افراد تھے۔ اب واحد بچ جانے والا شخص بن لادن ہی تھا۔ لیکن میں نے ان سوچوں کو اپنے ذہن میں آنے سے روکنے کی کوشش کی۔ اوپر جو کوئی بھی تھا ہم گن فائٹ کیلئے تیار تھے۔ اس قسم کی گن فائٹ عموماً چند سیکنڈ کی ہی ہوا کرتی ہے۔ غلطی کی کوئی گنجائش نہ تھی۔

اب تک پندرہ منٹ گزر چکے تھے اور بن لادن کے پاس اتنا وقت تھا کہ اپنی خودکش جیکٹ پہن لے یا کم از کم اپنی رائفل سے ہی پوزیشن سنبھال لے۔ میرے جسم میں تناؤ کی سی کیفیت پیدا ہوئی اور مجھے اوپر کسی کی جانب سے چیمبر میں گولی لوڈ کرنے اور آگے بڑھنے کی آوازیں سنائی دیں۔ ہم سب ایسے ہزاروں مشن میں حصہ لے چکے تھے۔ یہاں کچھ بھی ایسا نہیں ہو رہا تھا جسے ہم کوئی نئی بات سمجھتے۔ البتہ پاکستان کی سرزمین اور اسامہ بن لادن جیسے ٹارگٹ نے اس مشن کی اہمیت کو بڑھا دیا تھا۔

سیڑھیاں ایک راستے پر جا کر ختم ہو گئیں جو ایک ہال کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اس رستے کے آخر میں ایک دروازہ تھا، جو بالائی برآمدے میں کھلتا تھا۔ سیڑھیوں سے تقریباً پانچ فٹ اوپر دو دروازے تھے۔ ایک دائیں اور دوسرا بائیں جانب، سیڑھیاں بہت تنگ تھیں۔ بالخصوص سامان سے لدے چند افراد کے گزرنے کیلئے۔ ابھی ہم پانچ سیڑھیوں کے فاصلے پر تھے کہ مجھے فائرنگ کی دبی ہوئی آوازیں سنائی دیں۔ سب سے آگے چلنے والے اہلکار نے کسی شخص کو جھانکتے ہوئے دیکھا تھا۔ مجھے اپنے جگہ سے اندازہ لگانا مشکل ہو رہا تھا کہ گولی ٹارگٹ کو لگی یا نہیں۔ وہ شخص اندھیرے کمرے میں غائب ہو گیا۔ سب سے آگے والا اہلکار دروازے کی جانب بڑھا۔ ہم نے اس مقام پر فلموں کی مانند دوڑ کر کمرے میں داخل ہوتے ہوئے فائرنگ نہیں کی، بلکہ کچھ دیر وہیں ٹھہر گئے۔

آنے والے اہلکار نے اپنی رائفل دروازے کے آگے بڑھائی اور ہم رینگتے ہوئے کھلے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہونے لگے۔ ہم نے اب بھی جلدی نہیں کی۔ ہم نے جھانک کر مزید اندر دیکھا۔ ہم نے دیکھا کہ دو عورتیں بیڈ کے پیروں کے ساتھ پڑے ایک شخص کے سامنے کھڑی تھیں۔ دونوں خواتین نے لمبے لباس زیب تن کر رکھے تھے اور ان کے بال اس طرح سے بندھے ہوئے تھے، جیسے کہ سوئی ہوئی اٹھی ہوں۔ دونوں خواتین بری طرح رو رہی تھیں اور عربی زبان میں کچھ بول رہی تھیں۔ ان میں سے جوان عورت نے سر اٹھایا اور ہمیں اندر آتے دیکھا۔

اس نے عربی زبان میں کچھ چیخ کر کہا اور ایک اہلکار کی جانب بڑھی۔ اس اہلکار نے اپنی رائفل کی مدد سے دونوں خواتین کو کمرے کے کونے میں دھکیل دیا۔ اگر ان میں سے کسی عورت نے بھی خودکش جیکٹ پہنی ہوتی تو اس اہلکار نے ہمیں تو بچا ہی لیا تھا، لیکن اپنی جان سے ضرور ہاتھ دھو بیٹھتا۔ یہ فیصلہ اس نے چند لمحات میں کیا تھا۔

خواتین کے راستے سے ہٹنے کے بعد میں ایک سیل کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ میں نے زمین پر لیٹے شخص کو دیکھا۔ گولی دائیں جانب سے اس کے سر میں لگی تھی۔ موت کی تکلیف میں بھی اس کے جسم میں حرکت اور چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ میں نے ایک دوسرے اہلکار کے ساتھ مل کر اس کے سینے پر کئی گولیاں فائر کیں اور وہ بے حرکت ہو گیا۔

میں نے تیزی سے جائزہ لیا کہ کمرے میں کوئی خطرہ تو موجود نہیں کہ میری نظر برآمدے کی کھڑکی کے پاس بیٹھے تین بچوں پر پڑی۔ اس کے بعد اس کمرے کو کلیئر کرتے ہوئے میں نے ایک اور دروازہ کھولا تو میں نے دیکھا کہ چھوٹا سا بے ہنگم دفتر موجود تھا۔ ایک چھوٹے سے ڈیسک کے ارد گرد کئی صفحات لٹک رہے تھے۔ دوسرے دروازے کو دیکھ کر لگ رہا تھا کہ وہ بیت الخلا تھا۔ میں نے دفتر اور باتھ روم کو کلیئر کیا اور باقی سیلز نے دیگر کمروں کو کلیئر کر دیا۔ ایک سیل عورتوں اور بچوں کے پاس موجود رہا۔ میں نے ٹام کو وائرلیس پر کہتے سنا ''تیسری منزل بھی کلیئر ہو گئی''۔

☆☆☆☆☆

18 ستمبر 2012ء

قسط نمبر 3

ترجمہ: عبدالقادر

امریکی کمانڈو نے اسامہ کی لاش کی تصدیق معصوم بچی سے کرائی

تمام بچے سہمے ہوئے دیوار سے لگے کھڑے تھے۔ زخمی ایمل بیڈ پر پڑی تھی۔ بن لادن امید سے زیادہ جوان لگا۔ کمرے سے ایک پستول اور دو کلاشنکوف ملیں۔ کمپیوٹر اور ویڈیو فلموں سمیت اہم چیزوں سے کمانڈوز کے بیگ بھر گئے تھے۔ القاعدہ سربراہ کی لاش بلیک ہاک ہیلی کاپٹر میں افغانستان لے جائی گئی۔ امریکی کمانڈو مارک اوون کی کتاب سے اقتباس

زیر نظر کتاب ”نو ایزی ڈے“ مارک اوون نامی اس امریکی کمانڈو کی تصنیف ہے، جس نے اسامہ بن لادن کو قتل کرنے کیلئے اپنی زندگی کے سب سے اہم آپریشن ”نیپچون اسپیئر“ میں حصہ لیا تھا۔ مارک اوون عراق میں برسرپیکار رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے بحر ہند میں بحری قذاقوں کے چنگل سے کیپٹن رچرڈ فلپس کو بازیاب کرایا تھا۔ بعدازاں اسے اس کی کارکردگی کی بنا پر اس چوبیس رکنی ٹیم کا حصہ بنایا گیا، جسے القاعدہ سربراہ کو قتل کرنے کیلئے منتخب کیا گیا تھا۔ قارئین ”امت“ کے لیے کتاب کے منتخب اقتباسات کا قسط وار ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔ ☆

والٹ لاش کے پاس کھڑا تھا۔ جبکہ ایک نوجوان عورت بیڈ پر لیٹے زاروقطار رو رہی تھی اور اس نے اپنے بچے کو زور سے پکڑ رکھا تھا۔ گھر میں اب تک بجلی نہ تھی اور گھپ اندھیرے میں کچھ دکھائی نہیں دے پا رہا تھا۔ کھڑکیوں پر پردے ہونے کی وجہ سے کوئی ہمیں باہر سے نہیں دیکھ سکتا تھا، لہٰذا میں نے اپنے ہیلمٹ پر لگی لائٹ کو جلایا کہ لاش کو اچھی طرح پہچان سکوں۔

زمین پر پڑے شخص کے ماتھے پر گولی نے گڑھا ڈال دیا تھا اور اس کا چہرہ خون سے لت پت تھا۔ بعد میں کی جانے والی فائرنگ سے اس کا سینہ بھی مکمل طور پر چھلنی ہو چکا تھا۔ اس کے گرد خون کا تالاب بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔

میں نے اور ٹام نے ذرا جھک کر دیکھا۔

ٹام نے کہا ”لگتا یہی لڑکا ہے“۔

ٹام ریڈیو پر اسامہ بن لادن کا نام نہیں لینا چاہتا تھا، کیونکہ یہ نام واشنگٹن میں تہلکہ مچا دیتا۔ ہمیں معلوم تھا کہ صدر اوباما ہم سے براہ راست رابطے میں تھے، اس لیے ہم کسی قسم کی غلطی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ میں نے اپنے ذہن میں محفوظ نشانیوں کو ٹٹولنا شروع کیا۔ وہ لمبا تھا۔ تقریباً چھ فٹ چار انچ۔

تیسری منزل پر وہی ایک بالغ مرد تھا۔

اس کے پیغام رساں بھی مخبروں کے مطابق بالکل انہیں جگہوں پر موجود تھے۔ میں نے اس کے چہرے کی جانب ذرا زیادہ غور سے دیکھا اور میری نظر اس کی ناک پر پڑی۔ اس کی ناک صحیح سلامت تھی اور ویسی ہی لگ رہی تھی۔ اپنی کِٹ سے کتابچہ نکال کر میں تصویر کا جائزہ لینے لگا۔ لمبی اور پتلی ناک ہوبہو تصویر سے مل رہی تھی۔ اس کی داڑھی سیاہ رنگ کی تھی اور چاندی نام کو نہ تھی۔ مجھے یہی امید تھی۔ میں نے چمڑے کے دستانے اور کیمرہ نکالا اور تصاویر بنانے لگا۔ جبکہ والٹ ڈی این اے ٹیسٹ کیلئے نمونے لینے لگا۔

وِل جو کہ عربی بول سکتا تھا، بستر پر روتی ہوئی عورت کی ٹانگ پر لگے زخم کی پٹی کر رہا تھا۔ ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ وہ ایمل الفتح تھی، جو بن لادن کی پانچویں بیوی تھی۔ معلوم نہیں اسے کیسے زخم آیا، لیکن زخم معمولی تھا۔ ہوسکتا ہے گولی کی کوئی چنگاری اسے جا لگی ہو۔

والٹ نے پانی سے لاش کا چہرہ دھونا شروع کیا اور میں بیڈ پر رکھے کمبل سے اسے صاف کرنے لگا۔ جوں جوں چہرہ صاف ہوتا گیا، ہم اسے پہچانتے گئے۔ مجھے وہ شخص امید سے زیادہ جوان لگا۔ ایسا لگتا تھا اس نے داڑھی پر رنگ لگا رکھا ہے۔ جس شخص کی تلاش میں ہم پچھلی ایک دہائی سے حالت جنگ میں تھے، اسے اتنا قریب دیکھ کر بہت عجیب سا لگ رہا تھا۔ ہم نے اس کی اچھی خاصی تصاویر اتار لیں۔ جس دوران ہم تصاویر لے رہے تھے، ہماری ٹیم کے باقی افراد کمپیوٹر، میموری کارڈ، نوٹ بکس اور ویڈیو فلمیں جمع کر رہے تھے۔ کمپاؤنڈ سے باہر سی آئی اے کا مترجم علی، پریشان پڑوسیوں کو سمجھا رہا تھا۔

میں نے وائرلیس پر سنا کہ مائک کریش شدہ بلیک ہاک کو تباہ کرنے کے بارے میں بات کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر کیلئے سیلز یہ سمجھے کہ کمپاؤنڈ کو تباہ کرنے کی بات کی جارہی ہے، کیونکہ کسی بھی ممکنہ صورت حال کے پیش نظر ایسا کرنا بھی منصوبے میں شامل تھا اور ہمیں اس کی تربیت بھی دی گئی تھی۔

ابھی تک لوگوں کو یہ اندازہ نہ تھا کہ چاک ون کریش ہوگیا ہے۔ حتیٰ کہ واشنگٹن میں ہمیں براہ راست دیکھنے والی ٹیم بھی ویڈیو میں یہی سمجھی تھی کہ ہم کمپاؤنڈ کے صحن میں اتر گئے ہیں۔ جب صدر اور سینئر اسٹاف کو کچھ سمجھ نہ آیا تو انہوں نے رابطہ کیا، اور انہیں بتایا گیا کہ چاک ون کریش ہوگیا ہے اور اب مشن میں تبدیلی لائی جارہی ہے۔

ایک ٹیم ہیلی کاپٹر کو تباہ کرنے میں مصروف تھی، بالخصوص کمیونیکیشن اور ایویانکس کے آلات انتہائی اہمیت کے حامل تھے۔ جبکہ بلیک ہاک CH-47 ایک دائرے کی صورت میں محو پرواز تھا۔ والٹ نے ڈی این اے کے نمونے کارگو پاکٹ میں احتیاط سے رکھ کر ایک دوسرے سیل کے حوالے کر دیئے۔ ڈی این اے کو انتہائی محتاط انداز سے لے کر جانا اس لیے بھی ضروری تھا کہ جلال آباد جاتے ہوئے اگر ہم لوگوں کو نشانہ بنا بھی لیا جاتا، تب بھی ڈی این اے کے نمونے اور تصاویر محفوظ رہتیں۔ ہمیں پاکستان اور باقی دنیا کے سامنے ثبوت پیش کرنے تھے کہ ہم بن لادن کو ہلاک کر چکے ہیں۔

برآمدے میں بچوں اور عورتوں کے پاس موجود وِل اب تک اس بات کی توثیق کرنے میں مصروف تھا کہ فرش پر پڑا ہوا شخص بن لادن ہی ہے۔ بن لادن کی بیوی ایمل اب تک صدمے سے دوچار تھی اور بات کرنے کے قابل نہ تھی۔

دوسری عورت کی آنکھیں رو رو کر سوج چکی تھیں۔ جب وِل نے اس سے دریافت کرنا چاہا کہ ہلاک ہونے والا شخص کون تھا، تو اس نے کہا ”الشیخ“۔

وِل نے دوبارہ پوچھا ”کون الشیخ؟“۔ اس پر اس عورت نے اسامہ کی کئی عرفیت بتائیں۔ وِل برآمدے میں بچوں کے پاس چلا گیا۔ تمام بچے دیوار کے ساتھ لگ کر خاموشی کے ساتھ بیٹھے تھے۔ وِل گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور ایک بچی سے پوچھنے لگا کہ ”وہ شخص کون ہے؟“۔

بچی کو جھوٹ بولنا آتا ہی نہ تھا ”اسامہ بن لادن“ وہ بولی۔

وِل کے چہرے پر مسکراہٹ چھا گئی اور اس نے ایک مرتبہ پھر بچی سے پوچھا ”کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ اسامہ بن لادن ہی ہے؟“۔

”ہاں“ بچی نے جواب دیا۔

وِل واپس کمرے کی جانب آیا اور اسامہ کی بیویوں میں سے ایک کو جھنجھوڑ کر پوچھنے لگا ”میرے ساتھ کھیل کھیلنا بند کرو اور مجھے بتاؤ کہ بیڈ روم میں زمین پر کون پڑا ہوا ہے؟“۔

اس نے رونا چلانا شروع کر دیا اور پھر بولی ”اسامہ“۔

”کون اسامہ؟“ وِل نے پھر پوچھا۔

”اسامہ بن لادن“ اس نے جواب دیا۔

وِل پھر برآمدے میں بچوں کے پاس گیا اور پھر عورت کے پاس آیا اور کہنے لگا ”دونوں لوگ ایک ہی بات کر رہے ہیں۔ اب اس بات کی دہری توثیق ہو چکی ہے“۔

وِل کے جانے کے بعد جے، ٹام کے ساتھ وہاں آیا اور سی آئی اے کی جانب سے دیئے گئے ثبوت سے اسامہ کو شناخت کرنے لگا۔

جے نے کہا ”ہاں یہ وہی لگتا ہے“۔ جے نے جلال آباد میں موجود ایڈمرل میکریون سے رابطہ کیا، جو وائٹ ہاؤس میں موجود صدر اوباما کو تازہ ترین صورت حال سے آگاہ کر رہا تھا۔

جے نے وائرلیس پر کہا ”اپنے خدا اور وطن کی خاطر میں جیرونیمو میں سرخ ہوگیا۔ جیرونیمو ای کے آئی اے“۔

میں نے باتھ روم اور دفتر کے درمیان لکڑی کی بنی الماری کو کھولا۔ الماری میں اسامہ بن لادن کے کپڑے انتہائی نفاست سے رکھے ہوئے تھے۔ اسامہ کی رہائش کی جگہ، کمپاؤنڈ کی دیگر جگہوں کے مقابلے میں انتہائی صاف ستھری تھی اور ہر چیز سلیقے کے ساتھ اپنی جگہ رکھی نظر آرہی تھی۔ جانے سے پہلے میری نظر ایک شیلف پر پڑی۔ میں نے ہاتھ آگے بڑھایا تو دو رائفلیں میرے ہاتھ لگیں جو AK-47 تھیں۔ اس کے علاوہ ایک پستول بھی وہاں موجود تھا۔ میں نے تمام ہتھیاروں سے میگزین باہر نکالے تو وہ خالی تھے۔

علی اور چار سیل باہر ان لوگوں سے نمٹ رہے تھے، جو ہیلی کاپٹروں، بموں اور گولیوں کی آوازیں سن کر وہاں معلومات حاصل کرنے کیلئے جمع ہو گئے تھے۔ علی نے پشتو زبان میں ان لوگوں سے کہا ”آپ لوگ جاؤ یہاں سیکورٹی آپریشن ہو رہا ہے“۔

خوش قسمتی سے لوگ مان گئے اور وہاں سے چلے گئے۔

مائیک وائرلیس پر ہمیں وقت کی قلت سے آگاہ کر رہا تھا۔ وہ دوسری منزل پر آیا تو کمانڈوز نے کہا ”دس منٹ اور چاہئیں، ہمیں ابھی بہت سا کام نمٹانا ہے“۔ مائیک نے ان سے کہا کہ ہیلی کاپٹروں میں ایندھن ختم ہو رہا ہے، جو کرنا ہے جلدی کرو۔ آخرکار مائیک نے عندیہ دے دیا، جس کے ہاتھ میں جو کچھ ہے وہیں چھوڑ کر واپسی کیلئے فوراً ہیلی کاپٹروں میں سوار ہو جائے۔ ہمیں صرف پانچ منٹ دیئے گئے۔ میں واپس آتے ہوئے فخر محسوس کر رہا تھا۔ لیکن مجھے ایسا لگا ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ ہم سب کے ذہنوں میں یہی خیال تھا کہ ہمیں ابھی وہاں سے اور بہت کچھ مل سکتا ہے۔ پھر ہم نے اسامہ بن لادن کو لیا، جس کی خاطر ہم وہاں آئے تھے۔ مائیک نے وائرلیس پر ہدایات دیں کہ عورتوں اور بچوں کو ایک جگہ جمع کر کے کمپاؤنڈ سے باہر نکالو۔ خواتین پر اب بھی رقت طاری تھی اور بچے یا تو رو رہے تھے یا صدمے سے بے حال تھے۔ ان میں سے کوئی بھی کمپاؤنڈ سے باہر جانا نہیں چاہتا تھا۔ میں C1 کی جانب بڑھا۔ دیگر اہلکاروں نے الکویتی کی تصاویر اور ڈی این اے نمونے حاصل کر لیے تھے۔ الکویتی کی بیوی اور بچے صحن کے ایک کونے میں زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں انہیں وہاں سے ہٹانے ہی والا تھا کہ مائیک کی ایمرجنسی کال آگئی ”جوانوں جو کچھ بھی ہے، چھوڑ دو اور نکلو یہاں سے“۔

بلیک ہاک اور C-47 میں ایندھن ختم ہو رہا تھا۔ میں جلدی جلدی اپنی رائفل سے الکویتی کے گھر والوں کو گیسٹ ہاؤس کے اندر جانے کا اشارہ کرنے لگا، کیونکہ صحن میں گرے ہوئے ہیلی کاپٹر کو تباہ کیا جا رہا تھا اور بڑا دھماکہ بھی ہوسکتا تھا۔ میں نے انہیں انگریزی میں کہا کہ اندر ہی رہنا۔ نہ جانے وہ میری بات سمجھے کہ نہیں۔ میں نے دروازہ بند کر دیا اور پیچھے مڑا۔ میں نے جاتے ہوئے مائیک کو عورتوں اور بچوں کے بارے میں بتا دیا۔ میں نے دیکھا کہ دوسری منزل سے کمانڈوز مختلف سامان لے کر اتر رہے ہیں۔ ایک کے ہاتھوں میں CPU تھا۔ چند کے بیگ اتنے بھرے ہوئے تھے کہ چلنا مشکل ہو رہا تھا۔ میرے گروپ کے لوگ اسامہ کی لاش کو لے کر بچ جانے والے بلیک ہاک پر سوار ہو رہے تھے، کیونکہ اس میں حملے سے بچنے کی کافی صلاحیت موجود تھی۔ باقی بچ جانے والے لوگوں اور چاک ٹو کے کمانڈوز کو CH-47 میں سوار کر دیا گیا۔

ہمارے چاروں طرف گھروں میں روشنی تھی اور میں دیکھ سکتا تھا کہ دروازوں اور کھڑکیوں سے چاروں اطراف سر ہی سر ہمیں دیکھ رہے ہیں۔

ہم جانے کیلئے تیار تھے، لیکن پائلٹ CH-47 کے انتظار میں تھا، کیونکہ ہیلی کاپٹر جوڑوں میں اڑنا پسند کرتے ہیں۔ ادھر کمپاؤنڈ کے صحن میں کریش ہونے والے بلیک ہاک پر پانچ منٹ بعد دھماکے ہونے والے تھے۔ اگر ہم شیڈول کے مطابق روانہ ہو جاتے تو یہ کافی وقت تھا، لیکن ہمیں مسلسل دیر ہو رہی تھی۔ اب ہمیں اپنے منصوبے کے طے شدہ وقت سے بھی آٹھ منٹ اوپر ہو چکے تھے۔ اب اضافی دس منٹ بھی ختم ہونے والے تھے۔

ہم سوچ رہے تھے کہ پاکستان کی ملٹری اور قانون نافذ کرنے والے ادارے وہاں پہنچنے ہی والے ہوں گے۔ ہماری حیثیت حملہ آوروں کی سی تھی جو ان کی حدود میں بلا اجازت داخل ہوئے تھے۔ میں ٹام کے چہرے پر تاثرات کو پڑھ سکتا تھا، جو وائرلیس پر مسلسل یہ جاننے کی کوشش کر رہا تھا کہ آخر ہو کیا رہا ہے۔ وہ پائلٹس سے جلدی کرنے کو کہہ رہا تھا۔

آخرکار اس نے کہا ”چلو، اب ہمیں جانا ہوگا“۔ اب بلیک ہاک پر لگے بم پھٹنے میں ایک منٹ سے بھی کم وقت رہ گیا تھا۔ جے ابھی تک لینڈنگ زون میں CH-47 کے آنے کا منتظر تھا۔ کمانڈو نے جے سے کہا CH-47 کو جلدی بلاؤ، تمہیں دھماکے سے پہلے اپنے تمام اہلکار یہاں سے لے کر نکل جانا چاہئے۔ اب بم پھٹنے میں محض تیس ((30 سیکنڈ باقی تھے۔ جے نے وائرلیس پر رابطہ کرنا شروع کیا۔ اسے اندازہ تھا کہ دھماکہ آنے والے CH-47 کو اپنی لپیٹ میں لے سکتا ہے اور اس کارروائی میں بلیک ہاک کو بھی نقصان پہنچنے کا خدشہ تھا۔

میں نے ہیلی کاپٹر روٹر گھومنے کی آواز سنی اور چند ہی لمحوں میں ہیلی کاپٹر فضاؤں میں تھا۔ شمال مشرق کا رخ کرتے ہوئے ہم نے رفتار تیز کر دی۔ اڑان بھرنے کے چند سیکنڈ بعد ہی میں نے دھماکے سے پیدا ہونے والی تیز روشنی دیکھی۔ ہمارے ہیلی کاپٹر کا کیبن دھماکے کی روشنی سے پُر ہوگیا۔ CH-47 جنوب کی جانب سے اڑان بھرتا ہوا دھماکے کے بعد زمین پر اترا۔ باقی ماندہ کمانڈوز اور عملہ اس ہیلی کاپٹر پر سوار ہو گئے۔ چونکہ CH-47 نے محو پرواز رہتے ہوئے پہلے ہی کافی ایندھن پھونک دیا تھا، اس لیے اب ان کے پاس اضافی ایندھن بالکل بھی نہ بچا تھا۔ اس کے علاوہ تباہ شدہ بلیک ہاک کے کمانڈوز کو اٹھانے کے بعد تو CH-47 بس اسی قابل تھا کہ واپس جلال آباد بیس تک پہنچ سکے۔

میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور ایک گہرا سانس لیا۔ کیبن میں بالکل اندھیرا تھا۔ صرف پائلٹ کے سامنے لگے ڈیش بورڈ کی لائٹس دکھائی دے رہی تھیں۔ جب مجھے کچھ سکون کا احساس ہونے لگا تو میں نے دیکھا کہ ایندھن کی مقدار بتانے والے گیج پر سرخ بتی جل رہی ہے۔ میں پائلٹ تو نہ تھا لیکن مجھے اندازہ تھا کہ ایندھن کے گیج پر جلنے والی سرخ بتی کوئی اچھی بات نہیں۔ (جاری ہے)

☆☆☆☆☆

بدھ 19 ستمبر 2012ء

قسط:4 | ترجمہ:عبدالقادر

روزنامہ امت کراچی/حیدرآباد

امریکی ہیلی کاپٹر نے اسامہ کمپاؤنڈ کے قریب سے ایندھن حاصل کیا

ایبٹ آباد سے جلال آباد پہنچنے میں 45 منٹ لگے-کمانڈو والٹ افغانستان تک بن لادن کی لاش پر بیٹھا رہا-کریش لینڈنگ کے بعد تمام آپریشن انتہائی سبک رفتاری سے مکمل ہوا-لیکن خفیہ معلومات کی تلاش معیار کے مطابق نہ ہوسکی-امریکی کمانڈو مارک اوون کی کتاب سے اقتباس
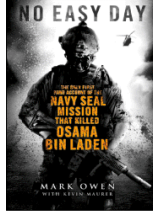
ایندھن کے گیج پر سرخ رنگ کی بتی خطرناک صورت حال اختیار کرتی جارہی تھی۔ہم سب ہیلی کاپٹر کے کیبن میں پھنس کر بیٹھے ہوئے تھے۔میرے ساتھ ہی ٹام بیٹھا ہوا تھا، جبکہ والٹ فرش پر پڑی ہوئی اسامہ بن لادن کی لاش پر بیٹھا تھا۔ہیلی کاپٹر کے اڑتے ہی مجھے اپنی ٹانگیں سُن ہوتی محسوس ہوئیں۔خون کی گردش کو بحال کرنے کیلئے میں اپنے پیروں کی انگلیاں ہلاتا رہا۔میں جانتا تھا کہ اس عظیم منصوبے سے متعلق رات کی کارروائی تو نمٹ چکی تھی، لیکن ہم میں سے اس وقت تک کوئی بھی سکھ کا سانس نہیں لے سکتا تھا، جب تک کہ مزید ایندھن حاصل کرلینے کے بعد ہم سرحد پار چلے نہ جاتے۔میں نے اپنے ذہن سے ایندھن کے مسئلے کو جھٹکنے کی پوری کوشش کی۔ہم سب لوگ کیٹگری اے سے تعلق رکھتے تھے اور ہمیں انتہائی مصائب میں خود کو سنبھالنے کی تربیت دی گئی تھی۔صرف آدھے گھنٹے پہلے ہی میں ہیلی کاپٹر سے جلد از جلد اتر کر اسامہ کے کمپاؤنڈ پر حملہ آور ہونے کیلئے بے تاب تھا۔اب مشن کے اس حصے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے بعد ایک مرتبہ پھر ہم ہیلی کاپٹر میں پھنسے بیٹھے تھے اور کرنے کو کچھ نہ تھا۔ہم کمپاؤنڈ کے قریب ہی نیچے آئے اور ہم نے ایندھن حاصل کیا۔ہیلی کاپٹر سے وزن کو کم کرنے کی غرض سے چند افراد کو اترنے کیلئے بھی کہا گیا۔چارلی بھی اترنے والوں میں شامل تھا۔کریش ہونے والے ہیلی کاپٹر کو تباہ کرنے کیلئے کیے گئے دھماکے نے بالآخر پاک آرمی کو اس جانب متوجہ کیا۔ہم سے بے خبر وہ لوگ اپنے ایئر کرافٹس کو گراؤنڈ کرنے لگے۔تمام ایئر کرافٹس کی گنتی کے بعد انہوں نے 30 ایم ایم توپوں اور فضا سے فضا میں نشانہ بنانے والے دو ایف سولہ طیاروں کو تیار کیا۔پاکستانی افواج نے ہمیشہ بھارت کی جانب سے کسی ممکنہ خطرے کے پیش نظر خود کو تیار رکھا ہے۔اسی لیے ملک کے فضائی دفاع کا رخ ہمیشہ سے مشرق کی جانب سے آنے والے کسی خطرے کی جانب ہی رہا۔ان کے بمبار طیارے دھاڑتے ہوئے ایبٹ آباد کی فضاؤں کی جانب بڑھے۔

ہیلی کاپٹر میں بیٹھے ہوئے میں بار بار اپنی گھڑی دیکھ رہا تھا۔میں جلد از جلد جلال آباد پہنچنا چاہتا تھا۔میرا جی چاہ رہا تھا کہ باہر نکل کر ایندھن بھرنے والوں کی مدد کروں۔لیکن میں جانتا تھا کہ جو کام میرا نہیں میں اس کام میں مددگار ثابت ہونے کی بجائے سدراہ ثابت ہوسکتا تھا۔ہمارے ہیلی کاپٹر کو ایندھن فراہم کرنے کے بعد CH-47 کو بھی ایندھن فراہم کیا گیا۔سیکورٹی ٹیم بھی ہیلی کاپٹر پر سوار ہوگئی۔

یکے بعد دیگرے فضا میں اٹھنے کے بعد دونوں ہیلی کاپٹروں نے مغرب کی جانب مڑتے ہوئے افغانستان کا رخ کیا۔اب ہمیں صرف سرحد پار کرنا تھی۔جب میں نے اپنی گھڑی دیکھی تو اندازہ ہوا کہ ایندھن حاصل کرنے میں ہمیں بیس منٹ صرف ہوئے۔میں اپنے تصور کی آنکھ سے پاکستانی ایف سولہ طیاروں کو اپنا تعاقب کرتے دیکھ رہا تھا۔اس وقت تو مجھے معلوم نہ تھا، لیکن بعد میں پتہ چلا کہ اپنی تلاش کا دائرہ کار بڑھانے سے قبل دونوں بمبار طیارے اسامہ کے کمپاؤنڈ کے اردگرد چکر لگاتے رہے۔

میرا ذہن ایک مرتبہ پھر پاکستان کے فضائی دفاع کی جانب متوجہ ہوا۔یہ ہو نہیں سکتا تھا کہ انہیں وہاں ہماری موجودگی کا علم نہ ہوا ہو۔مجھے امید تھی کہ ہم اپنے تعاقب میں آنے والوں سے بہت دور نکل چکے ہیں۔آپریشن کے شروع ہونے سے پہلے دس منٹ کا اعلان ہونے کے بعد اب مجھے اپنا ہیلمٹ اتارنے کا موقع ملا تھا۔پسینے سے شرابور اپنے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے میں تعاقب میں آنے والے بمبار طیاروں اور میزائلوں کے خوف کو رفع کرنے لگا۔ہمیں واپس جلال آباد پہنچنے میں تقریباً 45 منٹ لگے ہوں گے۔میں وہاں بیٹھ کر پریشان نہیں ہونا چاہتا تھا۔شکر ہے کہ ٹام نے کرنے کیلئے ہمیں کوئی کام دیا۔

''چلو ایک مرتبہ پھر لاش کی تلاشی لیتے ہیں، تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جاسکے کہ کوئی چیز رہ نہ گئی ہو''۔

والٹ اسامہ کے سینے سے نیچے اترا اور اس نے ربڑ کے دستانے پہن لئے۔میں نے زپ کھول کر لاش کو ظاہر کردیا۔والٹ نے لاش کے آگے پیچھے اور تمام جیبوں میں ہاتھ ڈال کر تلاشی لی۔ہمیں اسامہ کی جیب میں کسی چھوٹے موٹے کاغذ، فون نمبر یا ایسی ہی کسی دیگر معلومات کی تلاش تھی۔جس دوران والٹ لاش کی تلاشی لے رہا تھا، عملے کے دونوں چیف لاش کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ہم نے لاش کی اسکیننگ بھی کی۔

دونوں چیف کے چہروں پر مسکراہٹ تھی اور انہیں اس مشن کا حصہ ہونے پر فخر محسوس ہو رہا تھا۔اوّل روز سے ہی ہم سب لوگوں نے اس مشن کیلئے کیرولینا میں اکٹھے ہی تربیت حاصل کی تھی۔ان لوگوں کے بغیر ہمارے مشن کی کوئی حیثیت ہی نہ تھی۔ان لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹ دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ ہمارا مشن میری امید سے بڑھ کر اہمیت کا حامل تھا۔

والٹ کو لاش سے کوئی چیز نہ ملی۔اس نے بیگ کی زپ بند کردی اور واپس بن لادن کے سینے پر بیٹھ گیا۔

میں نے آنکھیں بند کر کے ایک گھنٹے ہونے والی قبل ساری کارروائی کو چشم تصور سے دیکھنا شروع کیا۔اس وقت میرا خیال تھا کہ میں ہیلی کاپٹر کے حادثے میں ہی مارا جاؤں گا۔میں نے اس سے پہلے بھی لڑائیوں میں حصہ لیا تھا، لیکن کریش لینڈنگ سے میرا سابقہ پہلی مرتبہ پڑا تھا۔یہ سب کچھ ہونے میں اتنا وقت لگا کہ مجھے سوچ بچار کرنے کا موقع بھی میسر آگیا۔میں سینے میں ایسی گھٹن محسوس کررہا تھا، جیسا کہ میں آسمان سے گر رہا ہوں۔یوں لگ رہا تھا کہ زمین ہمارے سروں پر آگرے گی۔

اپنے پیروں میں پڑی لاش کے باوجود مجھے احساس ہو رہا تھا کہ ہمیں پوری طرح کامیابی نہیں ملی، کیوں کہ ہم خفیہ معلومات اکٹھی کرنے کی غرض سے زیادہ چیزیں حاصل کرنے میں ناکام رہے تھے۔درازیں بند کی بند ہی رہ گئیں اور دوسری منزل پر کئی بکسے پڑے تھے، جنہیں ہاتھ لگانے کا موقع بھی ہمیں نہ مل سکا۔ہم نے اچھے انداز سے کام کیا، لیکن وقت کی شدید کمی تھی۔ہم ہر کام کو کامل انداز میں کرنے کیلئے بنے ہیں۔کریش لینڈنگ کے بعد تمام آپریشن انتہائی سبک رفتاری سے مکمل ہوگیا، لیکن ایس ایس ای (خفیہ معلومات کی تلاش) معیار کے مطابق نہ ہوسکا۔

اچانک ہی وائرلیس پر کڑاکے دار آواز نے میری توجہ ان خیالات سے ہٹادی۔ٹام نے کہا ''ہم افغانستان پہنچ چکے ہیں''۔

بعد میں مجھے پتہ چلا کہ ہم صحیح وقت پر روانہ ہونے میں کامیاب ہوچکے تھے اور بمبار طیارے ہم تک پہنچ ہی نہ سکے۔پندرہ منٹ بعد مجھے جلال آباد میں جلتی دائرہ نما بتیاں نظر آنے لگیں۔یہ منظر میں نے سینکڑوں مرتبہ دیکھا تھا اور اس مرتبہ بھی اس منظر میں کوئی خاص تبدیلی نہ تھی۔مجھے معلوم تھا کہ ہم واپس پہنچ چکے ہیں اور تھوڑی دیر بعد ہم نے زمین پر اتر جانا ہے۔ہیلی کاپٹر زمین پر اتر گیا۔قریب ہی سفید رنگ کی ٹویوٹا ہائی لکس ہمارا انتظار کررہی تھی۔

ہم جیسے ہی باہر آئے، امریکی فوج کے تین اہلکار لاش کو لینے کیلئے پہنچ گئے۔انہیں لاش کو جلال آباد سے بگرام لے جانے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔یہ لوگ جیسے ہی قریب آئے ہم نے انہیں پیچھے ہٹادیا۔یہ ہمارا مشن تھا۔والٹ نے چلا کر کہا ''چلو، اسے ہم نے حاصل کیا ہے۔ہم پاکستان گئے اسے لے کر آئے اور سارا رستہ اس کی حفاظت کرتے ہوئے اسے یہاں تک پہنچایا''۔میں نے لاش کے بیگ پر لگے دستے کو تھاما اور ہم خود لاش کو ٹرک تک لے کر گئے۔تھوڑی ہی دیر بعد ہمیں ایسا محسوس ہوا کہ ایک بہت بڑا بوجھ ہمارے کاندھوں سے اتر گیا ہو۔(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

جمعرات 20 ستمبر 2012ء
روزنامہ امت کراچی/حیدرآباد

قسط نمبر 5

ترجمہ: عبدالقادر

جلال آباد میں ایڈمرل میکریون دیر تک بن لادن کا معائنہ کرتے رہے-ایک کمانڈو کو ساتھ لٹا کر لاش کی پیمائش کی گئی-بگرام میں کمپاؤنڈ سے حاصل کی گئی دستاویزات اور تصاویر کا جائزہ لیا گیا- امریکی کمانڈو مارک اوون کی کتاب سے اقتباس
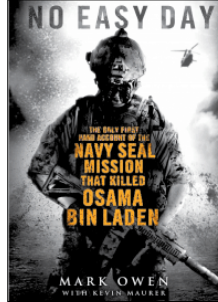
جلال آباد میں ہینگر کے اندر میری نظر ایڈمرل میکریون پر پڑی۔ وہ اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اکیلے کھڑے تھے۔ ہماری سرحد پار آمد کا سنتے ہی وہ جوائنٹ آپریشن سینٹر سے وہاں آگئے ہوں گے۔ جیسے ہی ٹرک ہینگر کے دروازے پر آکر رکا، ایڈمرل وہاں پہنچ گئے۔ وہ اس شخص (اسامہ بن لادن) کو دیکھنے کیلئے بے تاب تھے۔ میکریون نے کہا۔ ''چلو دیکھتے ہیں''۔

''اوکے سر''۔ میں نے جواباً کہا۔

میں نے بیگ کو نیچے سے پکڑ کر ٹرک سے باہر کھینچا۔

وہ زمین پر اس طرح سے آگرا جیسے مردہ مچھلی۔

میں گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور بیگ کی زپ کھول دی۔ تقریباً اس کے پورے جسم کا رنگ مدھم پڑ چکا تھا۔ اس کا چہرہ اور جسم راکھ کے رنگ سے مشابہ تھے۔ بیگ کے نیچے خون جمع ہو چکا تھا۔

''بندہ حاضر ہے سر''۔ میں نے کہا۔

میکریون اپنا ڈیجیٹل کیموفلاج یونیفارم زیب تن کئے اسامہ کے پاس کھڑے تھے اور میں اسامہ کی داڑھی پکڑ کر اس کا چہرہ دائیں اور بائیں جانب گھما رہا تھا تاکہ وہ ہر طرح سے اس کا جائزہ لے لیں۔

میں نے کہا ''اس نے لازماً اپنی داڑھی کے بال رنگ رکھے ہیں۔ یہ اتنا بوڑھا نہیں لگتا، جتنا میں سمجھتا تھا''۔

جیسے ہی لاش کے اردگرد بہت سے لوگ جمع ہوئے، میں وہاں سے اٹھ گیا۔ دوسرے ہیلی کاپٹر میں بیٹھے اہلکاروں نے تو لاش ابھی دیکھی ہی نہیں تھی۔ جلد ہی وہاں ایک بڑا مجمع لگ گیا، جبکہ میکریون اچھی طرح اسامہ کو دیکھنے کیلئے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔

مجمع کو دیکھتے ہوئے میکریون نے کہا ''یہ چھ فٹ کا معلوم ہوتا ہے''۔ پھر میکریون نے کہا ''اگر تم لوگوں کو برا نہ لگے تو ذرا اس کے ساتھ لیٹنا''۔ یہ سنتے ہی ایک کمانڈو اسامہ کے ساتھ لیٹ گیا اور میکریون اس کی پیمائش کرنے لگے۔ اسامہ بن لادن بالکل بھی ایسا دکھائی نہیں دے رہا تھا، جیسا ہمارے ذہنوں میں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اس وقت میکریون بھی وہی کچھ سوچ رہا تھا جو میں تیسری منزل پر کھڑے ہوئے اسامہ کو دیکھ کر سوچ رہا تھا۔

لوگ ہینگر کی جانب آرہے تھے۔ سب لوگ خوش تھے۔ سب سے آخر میں ہینگر کے اندر داخل ہونے والا شخص ٹیڈی تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ ہیلی کاپٹر کے کریش ہونے کی وجہ سے وہ پریشان اور شرمندہ سا دکھائی دے رہا تھا۔ میں نے اسے روکا اور زور سے گلے لگا لیا۔ وہ مجھے کھسیانی سی مسکراہٹ کے ساتھ دیکھ کر میری گرفت سے باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔ ہر شخص کی نظر بندوق کے پیچھے موجود لوگوں پر تھی، لیکن جس انداز سے ہیلی کاپٹر کریش ہوا، اس نے اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر ہمیں زمین پر اتارا اور مشن کو بچا لیا۔ اس کی ذرا سی غلطی سے ہم سب اس کمپاؤنڈ کے صحن میں ملبے کا حصہ بن چکے ہوتے۔ ہم سب کی جان ٹیڈی نے ہی بچائی تھی۔

آخر میں ہم سب تصاویر کیلئے کھڑے ہو گئے۔ مشن میں حصہ لینے والی ٹیم کافی بڑی تھی۔ تصاویر اتارنے کے بعد ہم سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ آرام کا وقت ختم ہوا اور اب ہمیں انٹیلی جنس کی کارروائی کے بعد بگرام روانہ ہونا تھا۔

رینجرز اہلکار پہلے ہی لاش کو پیک کر چکے تھے۔ انہوں نے بگرام کیلئے اڑان بھری، جبکہ ہم ان کے پیچھے پیچھے دوسرے جہاز میں آرہے تھے۔ میں جہاز میں سو نہیں پا رہا تھا، تاہم میں نے آرام ضرور کیا۔ کیونکہ مجھے اندازہ تھا کہ ابھی ہمیں مزید بہت کچھ کرنا تھا۔ ہمارے C-130 نے ہمیں ایک ہینگر کے قریب اتار دیا۔ اندر ایف بی آئی اور سی آئی اے کے چند خصوصی اہلکار ہماری مدد کیلئے موجود تھے۔ ہمیں کمپاؤنڈ سے ملنے والی دستاویزات، انگلیوں کے نشانات اور سی ڈیز ان کے حوالے کرنا تھیں۔ پورے مشن کے بعد پہلی مرتبہ میں نے اپنے جسم سے ہتھیار اتارے۔ میرا جسم درد محسوس کر رہا تھا۔ مجھے کاندھے پر زخم سا محسوس ہونے لگا، لیکن کچھ نظر نہیں آیا۔ میں نے والٹ سے کہا کہ ذرا دیکھنا، میرے کاندھے پر کوئی زخم تو نہیں۔ وہ بھی ہتھیار اتار رہا تھا۔ اس نے کہا ''لگتا ہے کوئی چیز لگی ہے۔ لیکن فکر مت کرو ٹانکے نہیں آئیں گے''۔ جلد ہی مجھے اندازہ ہوا کہ میرے کاندھے پر بولٹ کٹر لٹکا ہوا تھا۔ اس کا دستہ دیکھا تو اس پر تیز دھار لوہے کا ایک ٹکڑا باہر نکلا ہوا تھا۔ میرا ذہن فوراً اس جانب گیا جب میری فائرنگ سے قبل الکویتی نے فائر کھولا تھا اور اس وقت یہ کٹر میرے کاندھے پر جھول گیا تھا۔ ایزی ہونے کے بعد ہم نے اس لحاظ سے میزیں آپس میں بانٹ لیں کہ ایک میز پر اسی گروپ کے لوگ تھے، جنہوں نے ایک ہی کمرے میں کارروائی کی تھی۔ میں نے کمپاؤنڈ کے روم A تیسری منزل سے حاصل شدہ تمام اشیا کو میز پر انڈیلنا شروع کر دیا۔ وہائٹ بورڈ پر ہم نے کمپاؤنڈ کے اندر کی ڈرائنگ بنائی اور پھر مین کمپاؤنڈ اور گیسٹ ہاؤس کا نقشہ بچھا دیا۔ میں اپنا ڈیجیٹل کیمرہ وہاں لے گیا، جہاں ایک کمانڈو پہلے ہی ایک سی آئی اے اہلکار کو اپنے کیمرے سے تصاویر ڈاؤن لوڈ کروا رہا تھا۔

میں نے اہلکار سے پوچھا کہ میرے کیمرے کی تصاویر کیسی تھیں۔ اس نے کہا ''اب تک تو سب ٹھیک ہے''۔ اور پھر جیسے ہی اسامہ بن لادن کی تصاویر ڈاؤن لوڈ ہوئیں، میری جان میں جان آگئی۔ ہمارے پاس لاش کی موجودگی میں تصاویر کی وہ اہمیت تو نہ تھی، لیکن مجھے اندازہ تھا کہ اگر میرے کیمرے سے وہ تصاویر برآمد نہ ہوتیں تو چارلی اور والٹ کے طعنے کبھی بھی ختم نہ ہوتے۔ تجزیہ کار نے کہا ''بہت خوب، ہمیں ان سب کی ضرورت پڑے گی''۔ مجھے اس بات کا اندازہ نہ تھا کہ یہ تصاویر کبھی عوام کو دکھائی بھی جائیں گی یا نہیں اور سچ تو یہ ہے کہ مجھے اس بات کی پروا بھی نہیں تھی۔ یہ فیصلہ میرے بس اور میری سطح سے اوپر کا تھا۔ تمام لوگ سی آئی اے کے اہلکاروں سے ان اشیا کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے، جو وہ اپنے ساتھ لے کر آئے تھے۔ ہماری ٹیم کا ایک ممبر ان سے کہہ رہا تھا ''مجھے افسوس ہے کہ یہی کچھ وہاں سے مل سکا۔ درحقیقت ہمارے پاس وقت کی شدید قلت تھی۔ اگر ہمیں اور وقت دیا جاتا تو ہم اس سے بہتر کر سکتے تھے''۔ اس اہلکار نے کہا ''پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ آپ لوگ جو کچھ لے کر آئے ہیں اس کی جانچ پڑتال میں بھی کئی ماہ لگ جائیں گے۔ گزشتہ دس برسوں کے دوران ہمارے ہاتھ اتنی چیزیں نہ لگ سکیں، جتنی آپ لوگ لے آئے ہیں''۔

☆☆☆☆☆

جمعۃ المبارک 21 ستمبر 2012ء
روزنامہ امت کراچی/حیدرآباد

قسط نمبر 6

ترجمہ: عبدالقادر

یو ایس ایس کارل ونسن پر پہنچانے سے قبل لاش کے ڈی این اے نمونے لئے گئے- سی آئی اے ایجنٹ جین نے دس سال کی کوششوں کے بعد بن لادن کو تلاش کیا- امریکی کمانڈو مارک اوون کی کتاب سے اقتباس
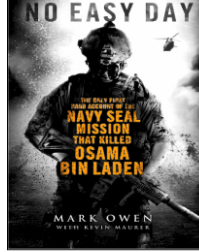
انٹیلی جنس کی کارروائی میں کم وبیش دو گھنٹے صرف ہوئے۔ ہینگر کے سامنے تقریباً تیس فٹ کے فاصلے پر مجھے ایف بی آئی کے ڈی این اے اسپیشلسٹ نظر آ رہے تھے۔ وہ لوگ اسامہ بن لادن کے جسم سے ڈی این اے کے نمونے حاصل کرنے میں مصروف تھے۔ ڈی این اے کے نمونے لینے کے بعد لاش کو رینجرز اہلکاروں کے حوالے کر دیا گیا، جو لاش کو آخری رسومات کیلئے یو ایس ایس کارل ونسن (USS CARL VINSON) پر لے گئے۔

ان تمام معاملات سے فراغت حاصل کرنے کے بعد میں نے اپنا تمام سامان پیک کر دیا اور کپڑے بدلنے کیلئے جانے لگا۔ میں ابھی فارغ ہوا ہی تھا کہ سی آئی اے ایجنٹ جین اور علی وہاں آن پہنچے۔ وہ لوگ چند لمحات بعد ہی امریکہ کیلئے روانہ ہونے والے تھے۔ ایئر فورس کے پاس ایک خالی C-17 طیارہ موجود تھا، جس نے انہیں امریکہ لے کر جانا تھا۔

جین نے مجھ سے کہا ”پتہ نہیں پھر آپ لوگوں سے کب ملاقات ہو“۔

جاتے ہوئے مجھ سے کہنے لگی ”خیال رکھنا“۔ جین نے کئی سال تک اس محاذ پر ذہنی جنگ لڑی تھی۔ اس نے اسامہ کو تلاش کرنے کیلئے دس سال صرف کئے تھے۔ ہماری کارراوئی کے برعکس اس کیلئے اسامہ کی تلاش زندگی کا ایک حصہ تھی۔ وہاں سے روانہ ہوتے ہوئے اس کے چہرے پر تھکان کے ساتھ ساتھ سکون کے آثار بھی تھے۔ اس نے اپنی زندگی کی ایک دہائی اس کام پر صرف کر دی تھی۔ مجھے اندازہ تھا کہ اس طرح سے سب کچھ اچانک چھوڑ کر چلے جانا اس کیلئے آسان نہ تھا۔

کاموں سے فراغت حاصل کرنے کے بعد تمام اہلکار کھانے پینے میں مصروف ہو گئے۔ اس کے بعد تمام لوگ ہینگر کے عقب میں نصب ایک بڑی اسکرین کی جانب روانہ ہو گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں صدر اوباما کا خطاب شروع ہونے والا تھا۔ اسکرین کے اردگرد لوگوں کا ایک ہجوم اکٹھا ہو گیا تھا۔

ہمیں خبر ملی تھی کہ جے ایس او سی نے تقریر کے متن پر نظر ثانی کی تھی، تا کہ اس بات کو یقینی بنایا جا سکے کہ مشن سے متعلق تفصیلات صیغہ راز میں ہی رہیں۔ اس بات میں کسی کو کوئی شک نہیں تھا کہ جلد یا بدیر یہ راز افشاں ہو کر ہی رہیں گے، لیکن شاید سب ہی لوگوں کی یہ خواہش تھی کہ کم از کم اس موقع پر صدر ان رازوں سے پردہ نہ اٹھائیں۔

9 بج کر 45 منٹ کے قریب وہائٹ ہاؤس کی جانب سے اعلان کیا گیا کہ بارک حسین اوباما قوم سے خطاب کرنے والے ہیں۔ تقریباً 10:30 بجے یہ افواہیں گردش کرنے لگیں کہ صدر کا خطاب اسامہ بن لادن کے بارے میں ہوگا۔ نیوی ریزرو انٹیلی جنس آفیسر گیتھ اربھن کو اس بات کی ذمہ داری سونپی گئی کہ بذریعہ ٹویٹر اس خبر کو پھیلا دیں۔ جلد ہی تمام بڑے اخبارات اور ٹی وی چینلز میں بریکنگ نیوز دیکھنے کو ملیں کہ اسامہ بن لادن کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔

11:35 پر صدر اوباما ٹیلی ویژن کی اسکرین پر نمودار ہوئے۔ ہال میں ایک طویل راستے پر چلتے ہوئے وہ تقریر کی جگہ پر پہنچے اور کیمرے کی آنکھ میں آنکھیں ڈال کر دنیا کو بتانے لگے، جو ہم کر کے آئے تھے: ”شب بخیر، آج رات میں امریکی عوام اور دنیا کو یہ بات بتانے جا رہا ہوں کہ امریکہ نے ایک آپریشن کیا ہے، جس میں اسامہ بن لادن کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ ہاں، القاعدہ کا وہی رہنما جو ہزاروں معصوم مردوں، عورتوں اور بچوں کی ہلاکت کا ذمہ دار ہے“۔

ہم سب لوگ خاموشی سے تقریر سن رہے تھے۔

صدر اوباما نے ملٹری کے اہلکاروں کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے القاعدہ سربراہ کو شکار کر کے امریکی شہریوں کو محفوظ بنا دیا۔

صدر اوباما نے مزید کہا: ”ہم نے دہشت گرد حملوں کا قلع قمع کر کے اپنے وطن کے دفاع کو تقویت بخشی ہے۔ افغانستان میں ہم نے طالبان کی حکومت کو برطرف کیا، جو کہ اسامہ بن لادن اور القاعدہ کو پناہ اور مدد فراہم کرنے میں شریک تھے۔ پوری دنیا میں ہم نے اپنے دوستوں اور اتحادیوں کے ساتھ مل کر القاعدہ کے دہشت گردوں کو نشانہ بنایا۔ ان دہشت گردوں میں وہ بھی شامل تھے، جو 9/11 کی سازش میں شریک کار تھے“۔

صدر اوباما نے یہ بات زور دے کر کہی کہ بطور صدر اپنے انتخاب کے بعد میں نے لیون پنیٹا کو ہدایت کی تھی کہ اسامہ بن لادن کو مردہ یا زندہ گرفتار کرنا ہماری ترجیحات میں شامل ہونا چاہئے۔ اور اس کے بعد مختصراً بتایا کہ ہم کس طرح اسامہ بن لادن تک پہنچے۔ یہ تقریر بلاشبہ اچھے انداز میں لکھی گئی تھی اور اس میں ایسی تفصیلات بتانے سے گریز کیا گیا تھا، جو ہمارے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی تھیں۔

تفصیلات ظاہر کرتے ہوئے صدر اوباما نے کہا: ”آج میری ہدایات کے مطابق پاکستان کے علاقے ایبٹ آباد میں واقع ایک کمپاؤنڈ کو ہدف بنایا گیا۔ امریکیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت نے انتہائی بہادری اور مستعدی کے ساتھ اس آپریشن میں حصہ لیا۔ کسی امریکی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ انہوں نے سویلین آبادی کو نقصان سے بچانے کیلئے تمام تر احتیاطی تدابیر کا خیال رکھا۔ دو بدو جنگ کے بعد انہوں نے اسامہ بن لادن کو قتل کر دیا اور اس کی لاش اپنے قبضے میں لے لی“۔

ہم میں سے کوئی بھی شخص اوباما کا مداح نہیں تھا۔ ہم اس لیے اس کی عزت کرتے تھے کہ وہ ہمارا کمانڈر انچیف تھا اور اس نے ہمیں اس اہم آپریشن کیلئے گرین سگنل دیا تھا۔

صدر اوباما نے اس مشن کو القاعدہ کو ہرانے کی غرض سے اب امریکہ کی تاریخ کا اہم ترین مشن قرار دیا اور ہم سب کا شکریہ ادا کیا۔

انہوں نے کہا کہ ”جن اہلکاروں نے آپریشن میں حصہ لیا، امریکی عوام کو نہ تو ان کا کام نظر آتا ہے اور نہ ہی وہ ان کے نام جانتے ہیں“۔

اس مقام پر تو ہم سمجھے تھے کہ وہ تفصیلات بتانے لگے ہیں، لیکن تقریر اتنی بری نہیں تھی۔

ہمیں چند گھنٹوں بعد گھر لوٹنا تھا۔ میں نے اپنے سویلین کپڑوں کا بیگ اٹھایا اور جے ایس او سی کمپاؤنڈ چلا گیا۔ ہم سب نے فیصلہ کیا کہ ورجینیا کے ساحلوں پر جانے سے پہلے ہم باتھ روم میں نہا لیں۔

مائیک، جے اور ٹم کے سوا تمام لوگ وہاں موجود تھے۔

میں آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا کہ کوئی چلاّ کر بولنے لگا۔

”کیا بکواس ہے۔ تم لوگ تو یقین ہی نہیں کرو گے کہ بات پھیل چکی ہے“۔

پھر ہم نے ایک نیوز سائٹ پر لکھا دیکھا کہ اس مشن میں سیلز نے حصہ لیا تھا۔ صرف اتنا ہی نہیں، بلکہ یہ بھی بتایا گیا تھا کہ ان سیلز کا تعلق ورجینیا بیچ کے دیوگرو گروپ سے ہے۔

☆☆☆☆☆

دوبدو جنگ کی خبریں چلتی رہیں- آپریشن میں حصہ لینے والے سیلز کے بارے میں خبروں سے سیکورٹی مسائل پیدا ہوگئے- کمانڈ کی سطح کے لوگ بھی پریشان تھے- امریکی کمانڈو مارک اوون کی کتاب سے اقتباس
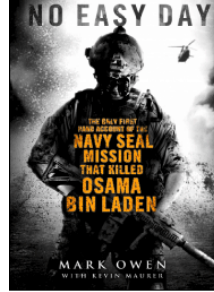
آج سے ایک ماہ قبل تک انتہائی خفیہ رہنے والا مشن اب خبروں کی زینت بنا ہوا تھا۔ ہم ٹی وی اسکرین پر ان ہزاروں لوگوں کو دیکھ رہے تھے، جو وہائٹ ہاؤس، گراؤنڈ زیرو اور پینٹاگون کے باہر جمع ہو گئے تھے۔ فلاڈیلفیا میں جاری ایک بیس بال میچ کے دوران نوجوان ''یو ایس اے'' کے نعرے لگانے لگے۔ انہیں اندازہ بھی نہ تھا کہ 11 ستمبر 2001ء سے پہلے کا امریکہ کیسا تھا۔

لوگوں کا جنون ٹی وی پر دیکھنے کے لائق تھا۔ میں اندازہ نہیں کر پا رہا تھا کہ گھر میں خاندان والے اور دوست احباب کیسا محسوس کر رہے ہوں گے۔ کسی کو معلوم بھی نہ تھا کہ میں افغانستان میں موجود ہوں۔ میں نے اپنے والدین کو صرف اتنا بتا رکھا تھا کہ میں ٹریننگ کے لیے شہر سے باہر جا رہا ہوں اور موبائل فون بند رکھوں گا۔ مجھے یقین تھا کہ ہر شخص نے مجھ سے موبائل فون پر رابطہ کرنے کی کوشش کی ہوگی۔

اب ہم جہاز پر سوار ہونے کے لیے جا رہے تھے۔

C-17 میں جہاز کے عملے کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ پہلے ہمارے کنٹینروں کو جہاز پر لادا گیا اور اس کے بعد ہم بھی سوار ہو گئے۔ جلد ہی عملے کا چیف انٹرکام پر ہمیں مطلع کرنے لگا۔

''جوانو! ہم جرمنی میں نہیں رکیں گے۔ اس لیے امریکہ جاتے ہوئے ہم فضا کے اندر رہتے ہوئے ایندھن حاصل کریں گے۔ اب آپ لوگ تھوڑا آرام کرلیں''۔ لیکن معمول کے مطابق جہاز جرمنی میں اترا اور ایندھن حاصل کیا۔ اب وہاں سے ہمیں براہ راست امریکہ کے لیے روانہ ہونا تھا۔ ہمیں جہاز میں 24 گھنٹے گزر چکے تھے۔ ہم تقریباً ختم ہو چکے تھے۔

میرا فون بجنے لگا اور اس دن کے اہم پیغامات مجھے موصول ہونے لگے۔ چند لمحات بعد ہمارا C-17 ورجینیا بیچ میں لینڈ کر گیا۔ ہماری پرواز کے دوران مشن سے متعلق خبریں ٹی وی چینلوں اور ویب سائٹس پر گرم رہیں۔ ورجینیا بیچ پر اخباری رپورٹروں کا ایک ہجوم جمع ہو چکا تھا۔ یہ لوگ مشن سے آنے والے اصل سیلز سے ملنا اور ان سے انٹرویو کرنا چاہتے تھے۔ واشنگٹن اور پینٹاگون میں جس کے پاس جو بھی خبر تھی، وہ اسے پھیلانے میں مصروف تھا۔

لوگوں کو اندازہ نہیں تھا کہ میں، مشن پر گیا ہوا تھا۔ ماسوائے ان لوگوں کے جو جانتے تھے کہ میں ایک سیل (کمانڈو) ہوں۔ جب میں نے اپنا ان بکس کھولا تو اس میں لاتعداد پیغامات تھے۔ میرے گھر والوں کی طرف سے، دوستوں کی طرف سے، حتیٰ کہ کالج کے ان دوستوں کی طرف سے بھی جن سے رابطہ ہوئے کئی سال بیت گئے تھے۔ تمام پیغامات تقریباً ایک ہی نوعیت کے تھے، ''اور سناؤ کیا حال ہیں۔ میں ٹی وی پر خبریں دیکھ رہا ہوں۔ تم شہر میں ہو یا نہیں؟''۔

یہ مشن اتنا خفیہ رکھا گیا تھا کہ مشن پر روانہ ہونے سے قبل ہم نے اپنے یونٹ کے لوگوں کو بھی اس مشن کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ میرے پاس بے شمار پیغامات یہ پوچھنے کے لیے آئے ہوئے تھے کہ میں پاکستان گیا تھا یا نہیں اور وہاں کیا حالات ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

بالآخر ہمارا جہاز رکا اور اس کا دروازہ کھلتے ہی ہمارے اسکواڈرن کے پرانے کمانڈر اندر آئے۔ وہ دیگروکی کمانڈ حاصل کرنے کے منتظر تھے۔ کمانڈ کی اس تبدیلی کو مشن کے مکمل ہونے تک مؤخر کر دیا گیا تھا، اسی لیے وہ کمانڈر افغانستان میں ہمارے ساتھ موجود نہ تھے۔ وہ ہمارے بہترین کمانڈروں میں سے ایک تھے اور اپنے رویے کی وجہ سے ہم سب کو عزیز بھی تھے۔ وہ ہمیں سب سے پہلے خوش آمدید کہنا چاہتے تھے۔ انہوں نے فرداً فرداً سب سے ہاتھ ملایا اور گلے ملے۔ جہاز سے بس تک ہمیں پچاس گز چلنا پڑا اور اس دوران کم از کم سو ساتھیوں سے ہاتھ ملانا پڑا۔ میں نے اپنا سامان گاڑی میں رکھا اور گھر کے لیے روانہ ہو گیا۔ میں بارز اور کلبوں سے دور کچھ وقت تنہائی اور سکون میں گزارنا چاہتا تھا۔ تمام چینلوں پر خبریں چل رہی تھیں۔ زیادہ تر لوگ اصل خبروں سے ہٹ کر اندازے لگانے پر مجبور تھے۔

وہ لوگ بتا رہے تھے کہ ہم نے ایبٹ آباد میں چالیس منٹ تک لڑائی لڑی اور اسامہ کو قتل کرنے سے پہلے ہمیں اس سے جنگ کرنا پڑی۔ یہ سب کچھ کسی ایکشن مووی کی طرح لگ رہا تھا۔ اس کے فوراً بعد القاعدہ سربراہ اسامہ بن لادن کے اس کمپاؤنڈ کی تصاویر ٹی وی اسکرین پر دکھائی دینے لگیں، جسے عرصہ دراز تک انتہائی صیغہ راز میں رکھا گیا تھا۔ انہیں تصاویر میں کریش ہونے والا ہیلی کاپٹر کا ملبہ بھی نظر آ رہا تھا۔ اس کے بعد الکویتی کا گیسٹ ہاؤس اور آخر میں وہ جگہ بھی دکھائی گئی، جہاں اسامہ بن لادن کو قتل کیا گیا تھا۔ میں قالین پر پڑا خون کا دھبا دیکھ سکتا تھا۔ اگلے دو دن تک میں نے کسی کی کال وصول نہیں کی تھی۔ میرے گھر والوں نے مجھ سے پوچھا کہ میں اس مشن کا حصہ تھا کہ نہیں۔ وہ صرف اتنا جانتے تھے کہ میں گیا ہوا تھا۔ کہاں؟ یہ وہ نہیں جانتے تھے۔ جب ہم دوبارہ ڈیوٹی پر حاضر ہوئے تو جے نے ہمیں اسی میٹنگ روم میں بلوایا، جہاں پہلی مرتبہ ہمیں اس مشن کے بارے میں بریفنگ دی گئی تھی۔ کمانڈ کی سطح پر لوگ پریشان دکھائی دیتے تھے کہ کوئی بات کسی کو پتہ نہ چل جائے۔ کئی ہفتوں تک ہمارے گروپ کے نام کے ساتھ یہ خبریں آتی رہیں اور اس سے ہمیں خود سیکورٹی کے خدشات لاحق ہونے لگے۔ ہم میں سے زیادہ تر لوگوں نے گھروں میں سیکورٹی سسٹم بھی نصب کروا لیے تھے۔ ہمیں بتایا گیا کہ اگلے دن ہمیں صدر اوباما سے ملنے کے لیے جانا ہے۔ ہم C-130 میں سوار ہوئے۔ ایئرپورٹ سے ہمیں 160th اسپیشل آپریشن ایوی ایشن رجمنٹ ہیڈ کوارٹر لے جایا گیا۔ صدر اوباما نے ہم لوگوں سے ملاقات کرنے کے بعد 101SL ایئربورن ڈویژن کے ہزاروں اہلکاروں سے بھی خطاب کرنا تھا۔ بالآخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور ہم صدر سے ملاقات کے لیے ایک آڈیٹوریم میں داخل ہوئے۔ صدر اوباما، نائب صدر بائڈن کے ساتھ وہاں موجود تھے۔ صدر نے ہم سے ملاقات کی اور ہماری یونٹ کو Presidential unit citation سے نوازا جو کہ ہماری عظیم کامیابی کا اعتراف تھا۔ اس کے بعد چند تصاویر لی گئیں اور صدر اوباما نے ہمیں اپنی رہائش پر ایک پارٹی کی دعوت دی۔

☆☆☆☆☆